سلسلہ مطبوعات عصمت نمبر

چمنستانِ مغرب

تصنیف

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ

جسے

رازق الخیری ایڈیٹر عصمت و بنات نے

عصمت بک ایجنسی دہلی سے شائع کیا

پہلی مرتبہ

فروری ۱۹۳۷ء

SAMI.30

قیمت ایک روپیہ

یادگار مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ

رسالہ عصمت دہلی

ہندوستان بھر کے تمام زنانہ اخبارات و رسائل میں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ چھپنے والا مشہور و معروف با تصویر ماہوار رسالہ ۲۸ سال سے کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ عصمت ہندوستان کے مشہور ادیبوں اور بہترین لکھنے والی خواتین کے اعلیٰ درجہ کے مضامین ۸۰ صفحوں پر ہر ماہ شائع کرتا ہے۔ عصمت ہی وہ رسالہ ہے جو صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے شریف بیگمات کے ہندوستان کا چوٹی کا رسالہ سمجھا جاتا ہے۔ سالانہ چندہ چار روپیہ (للعہ)

رسالہ بنات دہلی

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے ۱۹۲۷ء میں یہ ماہوار رسالہ مسلمان لڑکیوں کے لئے جاری فرمایا تھا۔ نو سال میں اس کا کسی ایک ماہ کا پرچہ بھی ایک دن کی تاخیر سے شائع نہیں ہوا۔ عصمت کی طرح بنات بھی پابند وقت ہے۔ لڑکیوں اور بچیوں کے لئے بہترین مضامین سبق آموز نظمیں۔ مزیدار کہانیاں شائع کرتا ہے زبان اتنی آسان کہ گیارہ برس تک کی بچیاں سمجھ سکتی ہیں۔ سال میں ایک خاص نمبر شائع ہوتا ہے۔ بنات باتوں ہی باتوں میں لڑکیوں میں مذہبیت پیدا کر دیتا ہے۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ جو بذریعہ منی آرڈر بھیجا جائے۔ بذریعہ وی پی عـہ نمونہ مفت۔

مینیجر عصمت و بنات۔ دہلی

چمنستانِ مغرب

حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ نے (خدا ان کی روح کو ابدی سکون عطا فرمائے) لڑکپن اور جوانی میں کئی مغربی مصنفوں کا مطالعہ فرمایا تھا۔ مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم میٹرک تک حاصل کی تھی اور ان کی انگریزی اپنی جماعت میں سب سے اچھی تسلیم کی جاتی تھی۔ مدرسہ کے بعد انگریزی ادب کا مطالعہ بدستور جاری رکھا اور جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب مرحوم نے تحریر فرمایا تھا "سیلف سٹڈی" یعنی ذاتی مطالعہ سے انگریزی پر بہت کافی عبور حاصل ہو گیا تھا۔ حضرت علامہ مغفور اوریجنل رائٹر تھے۔ مترجم کی حیثیت سے باوجود اس کے کہ انہیں ترجمہ کرنے کا خاص ملکہ حاصل تھا اُن کی شہرت اس وجہ سے نہ ہوئی کہ انہوں نے اور بہت سی قسم کے مضمونوں کی طرح ترجمے بھی بالعموم اپنے نام سے شائع نہیں کئے تھے۔ تاہم عصمت کی ضرورت کیلئے انہوں نے متعدد انگریزی مضمونوں کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا لیکن لفظی ترجمہ نہیں، انگریزی مضمون کا مفہوم اپنی زبان میں اس خوبی سے ادا فرماتے تھے کہ طبع زاد کا دھوکہ اس وجہ سے اور بھی ہوتا تھا کہ ان کا اپنا رنگ اس میں صاف جھلکتا تھا۔ یہ ترجمے زیادہ تر عصمت کے ابتدائی تین سال میں تمدن کے اجرا سے قبل اور پھر سنہ ۲۲ء اور سنہ ۲۳ء میں شائع ہوئے تھے۔ اور کسی خاص موضوع

پر نہیں مختلف موضوعوں پر تھے ۔ جو ہندوستانی لڑکیوں اور عورتوں کیلئے مفید ہو سکتے ہیں ۔ سنہ ۲۲ء میں جب عصمت کا ہفتہ وار ایڈیشن سہیلی جاری فرمایا تھا تو "چمنستان مغرب" ایک مستقل عنوان قائم کیا گیا تھا ۔ اس عنوان کے تحت میں پہلا مضمون اس نوٹ کے ساتھ شائع فرمایا تھا :۔

"خذ ما صفا دع ما کدر، اسلام ہی کی رائے نہیں، ہر معقول آدمی کا خیال ہے کہ اچھی چیزیں لو اور بُری چیزیں چھوڑ دو ۔ مغربی چمن میں ہم کو جو پھول خوش رنگ اور خوشبودار ملے گا ۔ ہم اپنا دامن اس سے بھرینگے اور اپنا گلدستہ اس سے سجائیں گے ۔ یہ عنوان کسی خاص قوم یا طبقہ سے متعلق نہیں ۔ اس کے تحت میں تمدن ۔ معاشرت ۔ تاریخ خانہ داری غرض ہر وہ مضمون درج ہوگا جو خواتین کیواسطے مفید ہو"

مجھے یقین ہے کہ خواتین ہند کے محسن اعظم کے مضمونوں اور افسانوں کے مجموعوں کی طرح ترجموں کا یہ مجموعہ بھی نہ صرف ادبی ذوق رکھنے والے حضرات کے لئے باعث دلچسپی ہوگا بلکہ لڑکیوں اور عورتوں کیلئے نہایت مفید ثابت ہوگا ۔ البتہ اس کا مجھے افسوس ہے کہ بعض مضامین اُسوقت فراہم ہوئے جب کتابت ختم کے قریب تھی اور کئی کاپیاں پریس میں جا چکی تھیں اور اس مجبوری کے سبب انہیں آخر میں درج کیا گیا ۔ ترتیب میں جو فرق آ گیا ہے انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن میں اسے دُور کردیا جائے گا ۔

رازق الخیری

۱۳ جنوری سنہ ۱۹۳۷ء

چمنستانِ مغرب

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ابدی زندگی	۳	مہمان داری	۴۱
میاں بیوی کے تعلقات	۵	بھوک	۴۳
شوہر کی ما	۸	بیوی	۴۴
شوہروں سے بھی بیویوں سے بھی	۹	گھر کی صفائی	۴۶
شوہر یا بیوی کا نام نہ لینا	۱۳	باورچی خانہ	۵۰
ایران کی شادیاں	۱۷	رنگ وصحت قائم رکھنے کی تدبیر	۵۲
اے بچی!	۲۱	گل	۵۳
وہ عورت جو دنیا کی مقروض مری	۲۵	خوبصورتی کا نسخہ	۵۴
شیدائے وطن	۲۷	عورت چالیس سال کی عمر میں	۵۷
تعارف	۳۴	بے خوابی کا علاج	۵۸
آرام	۳۷	عورت اور اسکی ضرورتیں	۵۹
آداب ملاقات	۳۸	بچہ کا پہلا سال	۶۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
زینۂ تربیت کی پہلی سیڑھی	۶۷	خانہ داری کے اصول	۱۰۵
عورت جب ماں بنی	۷۰	ترکاریاں	۱۰۷
وقت کی پابندی	۷۴	لیڈی مابرٹس	۱۰۹
نیند	۷۷	عورت کی قومی خدمات	۱۱۴
فلسفۂ موت	۷۹	کتے کی قبر	۱۱۸
مس جین انجیلو	۸۳	انمول موتی	۱۱۹
ہندوستان کی تجارت اور انگلستان کی عورتیں	۸۵	بچوں کو تاریخ کی تعلیم	۱۲۰
عطر کا رواج	۸۸	بچوں کے رنج	۱۲۲
کام کی باتیں	۹۰	ماں اور ڈاکٹر	۱۲۴
زندگی	۱۰۴	ماؤں کے واسطے	
		سنہری اصول	۱۲۶

ابدی زندگی

ایک ایسے خاموش اور سنسان میدان میں جس کے نشیب و فراز کا ہر ذرہ اور موسم خزاں سے قبل سوکھی ہوئی گھاس کا ہر تنکا اپنی بہار ختم کر چکا تھا۔ ۲۰ مارچ کے آفتاب نے فلک نیلگوں کی سیاہ مسہری میں جانے کی تیاریاں کیں۔ رات کا اندھیرا سیاہ بادلوں کی طرح میدان کے گوشہ گوشہ پر قبضہ کر رہا تھا کہ چاند کے مستقل داخلہ نے یہ عارضی انتظام درہم برہم کیا۔ قبروں کے مختلف کتبے اجسام فانی کی وداع ابدی پر حسرت کے آنسو گرا رہے تھے چمک اٹھے، رات اُسوقت خاموش تھی درختوں کی ٹہنیاں خشک ہو چلی تھیں اور باوجود اس کے کہ میدان بڑے بڑے بہادروں، بے مثل ادیبوں، یکتا حسینوں اور خوبصورت بچوں کو گود میں لئے ہوئے تھا دُور تک خاموشی تھی۔

یہ کیسے تعجب کا مقام تھا جہاں بڑے بڑے دعوے خاک میں مل رہے تھے، چھوٹا ولیم اپنی قبر پر بیٹھا ماں کی طرف تک رہا تھا ــــــ خوبصورت ایلینا

جس کی نظروں کے تیر دلوں کے پار ہوتے تھے شوہر کو چیخ چیخ کر پکار رہی تھی، ـــــــ مشہور جوزف کا گلا بیوی کو آوازیں دیتے دیتے بیٹھ چکا تھا۔

مگر چو ما دن رات ہونٹھ چوم کر سیر نہ ہوتی تھی ـــــــ جو شوہر ایلینیا کے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتا تھا ـــــــ وہ بیوی جو جوزف کے ساتھ سایہ کی طرح پھرتی تھی۔

انسانی دنیا کے راحت و آرام میں مصروف تھے اور ان دلوں میں جو کسی وقت ان مہمانوں کی محبت سے لبریز تھے۔ آج کبھی بھول کر بھی ان کے خیال کا گذر نہ ہوتا تھا۔

ایک سفید قبر پر جو نافرمان کی بیلوں سے چھپی ہوئی تھی اور صنوبر کے درخت چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے تھے، آدھی رات کے وقت گلاب کی ایک کلی پھول بنی۔ یہ پھول اس مہ جبین کا عکس تھا جو اس خانقاہ کے اندر ہمیشہ کی نیند سو رہی تھی۔

کتبہ بآواز بلند پکار رہا تھا، چادر مہتاب اس کی تائید کر رہی تھی۔ کہ یہ لارڈ ہوگ کی وہ حسین بیگم ہے جس کا حسن پندرہویں صدی میں یکتا تھا۔ ـــــــ آج اس کا پہچاننے والا کوئی نہ تھا۔

بے مثل حسن پرواز روح کے ساتھ ختم ہوا۔ مگر اس کی قابل قدر تصنیف جو بچہ بچہ کی زبان پر موجود ہے ابھی زندہ ہے۔ اور ہمیشہ اس کا نام زندہ رکھے گی۔

سنہ ۲۲ء

میاں بیوی کے تعلقات

خاوند کے نام کا خط خواہ وہ بند ہو یا کُھلا کبھی اپنے طور پر بیوی کو اس کے پڑھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ جس زمانہ میں بیویاں کھلونا سمجھی جاتی تھیں خاوند اپنا فرض سمجھتے تھے کہ مدرسہ کی معلّمہ کی طرح بیوی کی خط وکتابت کی نگرانی کریں۔ اب بھی اس خیال کے کچھ کچھ نشان کہیں کہیں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اب جبکہ زمانہ بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ خاوند اس قسم کے خواب بھی نہیں دیکھتے۔ کہ کسی قسم کے شبہ کی نظر سے بیوی کی خط وکتابت کو دیکھیں۔ پس ایسی حالت میں کہ رفتار زمانہ نے مردوں کے سامنے سے یہ احتیاط اُٹھا دی۔ عورت کے واسطے یہ بہت ہی معیوب ہے کہ وہ خاوند کا خط بطور خود دیکھنے کی کوشش کرے۔ اور اس کی نگاہ میں ذلیل ہو۔

بہت سی بیویوں نے دنوں اس وقت کا افسوس کیا ہے جب اُن سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ مذہب حکم دیتا ہے کہ بیویاں اپنے شوہروں

کی فرمانبرداری کریں۔ گو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ بطور غلاموں اور لونڈیوں کے ان کے پاس رہیں مگر یہ معنی ضرور ہیں کہ وہ اپنی خواہشوں کو شوہروں کے راستہ میں حائل نہ ہونے دیں۔

میاں بیوی باہمی مشورے سے ہر کام کو انجام دیں۔ اور کوشش کریں کہ باہمی صلاح و مشورے سے زندگی کی ہر دقت آسانی سے حل ہو جائے۔

اگر بیوی اپنی خواہشوں پر شوہر کی خواہشوں کو ترجیح دے تو یہ غلامی شاہی سے بہتر ہے۔ کیونکہ شوہر کی دقت و تکالیف میں بیوی ہی کا ہاتھ ہے جو تسکین دیتا ہے۔

یہ یقیناً بیوی کی سخت غلطی ہے کہ وہ شوہر کی ان تکلیفوں میں جس کا اس پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔ اس کے واسطے بجائے راحت کے اذیت کا باعث ہو جائے۔ اس کو کبھی یہ توقع نہیں کرنی چاہیئے کہ شوہر صرف اسی کو رضا مند رکھنے کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔

ایسی بیویاں بھی موجود ہیں جنہوں نے شادی کے چند ہی روز بعد بالکل غلط راستہ اختیار کیا، اور عمر بھر پچھتاتی رہیں۔ بیوی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا رشتہ بہت ہی نازک ہے جو آناً فاناً ٹوٹ سکتا ہے۔

مرد کی زندگی کا قیام عورت سے افضل خیال کیا گیا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ بیوی اس خیال کو نظر انداز کر دے وہ صرف شوہر کو خوش رکھ کر خوش رہ سکتی ہے۔ اور اس کو یہ خوشی جس قیمت پر بھی میسر آئے سستی ہے۔

بہت خوش نصیب اور اچھی ہیں وہ بیویاں جو اس بات کا عہد کر چکیں

کہ کبھی شوہر سے جھوٹ نہ بولیں گی۔

ہر بیوی اچھی طرح سمجھ سکتی ہے کہ دفتر کے وقت یا کاروبار سے فرصت پانے پر اگر بیوی کی طرف سے شوہر کو اتنا اطمینان ہو کہ وہ وہاں جا کر خوش ہوگا تو اپنا کوئی لمحہ بھی بیوی تک پہونچنے میں ضائع نہ کرے گا۔ میں اسوقت صرف کھانے کا ذکر کرتا ہوں۔

کھانا اگر صاف ستھرے برتنوں میں معمولی بھی ہو اور محبت سے چُنا گیا ہو تو یقیناً شوہر کے دل پر پورا اثر کرے گا۔ اور اس کے انتظار میں دفتر سے گھر تک اس کو ایک ایک قدم اُٹھانا مشکل ہوگا۔ اس کھانے میں کوئی اور خاص بات نہ ہو مگر اس میں محبت کی ایک ایسی کشش ہے جو شوہر کو ہرگز چین نہ لینے دیگی۔ برخلاف اس کے اگر خراب برتنوں میں نہایت ہی بددلی اور لاپرواہی سے رکھدیا گیا ہے جو کھانے والے کے واسطے زحمت ہو تو ظاہر ہے کہ کھانیوالا صرف پیٹ بھرنے کے واسطے اسمیں شریک ہوگا۔ اور وہ بآسانی دیکھ لیگا کہ میز کے آس پاس محبت کا کوئی ذرہ نہیں چمک رہا۔

اسی سلسلہ میں مجھکو یہ بھی کہنے کی ضرورت ہے کہ گو اچھی بیوی کا یہ کام ہے کہ کھانے کی میز اُن کھانوں سے آراستہ کرے جو اسکے شوہر کو مرغوب ہوں۔ لیکن یہاں ایک خاص بات قابل لحاظ ہے اور وہ یہ کہ کھانے کی تیاری میں شوہر کی رغبت کے ساتھ ہی اس کی صحت کا خیال رکھنا بھی مقدم ہے۔ فرض کرلو ایک شوہر صبح کے ناشتہ میں دو انڈے پسند کرتا ہے۔ لیکن وہ کسی وجہ سے قبض میں گرفتار

ہوگیا۔ اس موقعہ پر بجائے دو کے ایک انڈا ہونا چاہیئے۔لیکن یہاں ایک بہت بڑی بات قابل لحاظ ہے۔بعض خاوند ایسی چیزوں کے عادی ہوتے ہیں جو اُن کی صحت پر اچھا اثر نہیں کرتیں۔ایسی حالت میں وہ یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کے ان امراض کی نگرانی کیجائے یہ احتیاط کہ شوہر کو علم نہ ہو اور بیوی حتی الوسع اس کی صحت کا لحاظ رکھے ایک ایسا کام ہے جو اس کی رُوح کے درمیان ایک راز ہے۔

(مسز ہمفری) سنہ ۱۹۱۳ء

شوہر کی ما۔تمہاری ساس، ساس نہیں تمہاری ما ہے۔اس لئے کہ وہ تمہارے شوہر کی ما ہے مگر کیوں؟ اس لئے ما ہے کہ جس طرح شادی کے بعد خاوند کی چیزیں تمہاری چیزیں ہوگئیں اسی طرح اس کے رشتہ دار بھی تمہارے رشتہ دار ہوگئے۔ گو تمہارے ہاں بہت سی کہاوتیں، مثلیں گیت۔ساس بہوؤں کی شکایتوں کے موجود ہیں۔مگر تم ان پر عمل نہ کرو۔کیا تم اس کو وہی نہ کہوگی جو شوہر کہتا ہے یعنی ما اور جو کچھ کہتی ہو کیا وہ دل سے نہیں کہتیں۔

ثابت کردو کہ بیٹا بیاہ کر اس نے اس بیٹے کو جسے محنت سے پالا پوسا کھو نہیں دیا بلکہ ایک بیٹی حاصل کی۔کیسی بیٹی سچ مچ کی بیٹی جو بیٹی سے کم ہمدرد اور محبت کرنیوالی نہیں۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے آنے سے پہلے وہ صرف اپنی ما کا تھا اور جبکہ وہ دو کے تین ہوگئے تو اپنا آنا اس کے واسطے نعمت بنادو نہ کہ مصیبت۔

سنہ ۹ء

شوہروں سے بھی
اور
بیویوں سے بھی

یہ ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور تلخ تجربہ ہے کہ نبے فیصدی مرد شادی کے بعد عورت کے حفظ مراتب میں کمی کر دیتے ہیں، جن گھونگر والے بالوں نے ابتدا میں اس سے پیچ وخم کی داد لی تھی، جن ہاتھوں نے اپنا سکہ اس کے دل پر جما دیا تھا اور جن آنکھوں میں اس کے زبانی الفاظ کے علاوہ اس کی آنکھوں کا خاموش اعتراف ابتک موجود ہے وہ سب ختم ہو گئے!

یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ایک ایسا عظیم الشان تغیر مرد کے مزاج میں ہو گیا! اس کی آنکھ نے بارہا جن بالوں کی پریشانی پر سر دھنا آج وہ ان کی آراستگی کی بھی پروا نہیں کرتی، کیا اسوقت یہ کہنا کچھ غلط ہو گا کہ وہ حقیقتاً انسان نہیں ایک ملاح کا طوطا تھا، جس کو

خود غرضی سے نے چند مقررہ الفاظ رٹوا دیئے تھے جو وہ اب بھول گیا۔

اب ایک عورت کو لو اور دعوے کو مضبوط بتلانے کے واسطے جہاں مرد کا اوسط ۹۰ فیصدی رکھا ہے۔ وہاں عورت کا ۸۰ فیصدی رکھ کر بآواز بلند کہو کہ شوہر کے حفظ مراتب کا لحاظ رکھنا عورت کی سرشت ہے، اور جوں جوں عمر زیادہ ہوتی ہے اس کا یہ لحاظ ترقی کر رہا ہے اور اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کو پورا یقین ہے، کہ جس فوج کو ساتھ لیکر میں اسکا مقابلہ کر رہی تھی وہ روز بروز کمزور ہو رہی ہے۔ اور جب تک اس کی تلافی نہ ہو، میں اس کے دل پر حکومت نہیں کر سکتی، یہی ہے وہ اصول جو ہر بیوی کو روز بروز بلکہ لمحہ بہ لمحہ شوہر کی دلجوئی اور دلداری کیطرف کھینچ رہا ہے۔

کاش ہماری بقیہ بیس فیصدی بہنیں بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھتیں تو آج کس مسرت سے ہم یہ دعویٰ کرتے کہ۔

"عورت خود غرض ہو ہی نہیں سکتی"

مرد اگر کامیاب شوہر بننے کا خواہش مند ہے تو وہ یاد رکھے کہ دنیا کی ہر عورت بلا استثنا حفظ مراتب کی طلب گار ہے، ایک عورت کو ایسا شوہر مل گیا، جو شیریں زبانی سے پیش آتا ہے، وہ اس کی باتوں کو اپنے دل کے ایک کونہ میں جمع کر رہی ہے۔ اور اس بیش بہا خزانہ پر جس کا علم شوہر کو نہیں، وہ زندگی کی ان خاموش ساعتوں میں جب تنہا ہے نازاں ہے،

اور جس قدر فخر کرے کم ہے، دوسری طرف وہ شوہر ہے، جو اپنے تمام معاہدے اور قول و قرار فراموش کر کے سخت کلامی برت رہا ہے۔ یہ آتشیں ڈھیر بھی عورت کے سینہ میں جمع ہو رہا ہے اور اس عورت کو اپنا بنانے میں پہلے مرد کو اس آگ کے انبار کو بجھانا پڑے گا۔ جو اس کی بدزبانی نے پیدا کیا ہے۔

شوہروں کو یہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ بہ مقابلہ سرکہ کے شہد پر مکھیاں زیادہ گرتی ہیں۔ اور گھر کی زندگی کو سخت لکچروں اور متواتر غصہ کی بجائے نرم الفاظ اور خوش خلقی زیادہ پُر امن بنا سکتی ہے۔

میرے علم میں ہے کہ ایک نہایت ہی پھوہڑ اور بدتمیز لڑکی محض اپنے شوہر کی سنجیدگی اور معاملہ فہمی کی وجہ سے سگھڑ اور تمیز دار بن گئی اور وہ اس طرح کہ اس نے اس کی ہستی کا نہیں بلکہ اس کی نسوانیت اور اس کی حیثیت کا احترام کیا۔ اور اس کے معمولی کام کو بھی سر آنکھوں پر رکھا، اس نے یہ کبھی نہیں کہا کہ "نیا آج تم فلاں پوشاک پہن لو" بلکہ جب اس نے وہ پوشاک پہنی تو اس نے بے انتہا تعریف کی، اور ثابت کر دیا کہ اس سے زیادہ اس پوشاک کے استعمال کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ یہ ایک اسکی پوشاک ہی پر موقوف نہیں اس کے ہر کام پر ایسا ہی ہوا، اس کی چال ڈھال رفتار گفتار، الغرض اس کی ہر حرکت پر اس نے آنکھیں بچھائیں، یہاں تک کہ وہ بہترین بیوی بن گئی۔

اسی طرح ایک بیوی کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ شادی سے پہلے اسکا

شوہر سے کوئی واسطہ نہ تھا، اب اس کو دنیا میں پُر امن اور خوشگوار زندگی بسر کرنے کے واسطے قدرت نے جو ہمیشہ نیک کاموں کی مدد کرتی ہے، اتنی بڑی مدد دی کہ شوہر اس کی زندگی کا سب سے اچھا رفیق عطا کیا، اس کو اس دوستی کی نہ صرف قدر کرنی ہے، بلکہ اس کو ترقی دینا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ذہن نشیں کر لینا ہے کہ شوہر جن خوش رنگ پھولوں کو ساتھ لیکر میدانِ زندگی میں اس کے استقبال کو بڑھا ہے وہ نسبتاً زیادہ پائدار ہیں یعنی روپیہ پیسہ اور صحت جسمانی، مگر اس کے اپنے مددگار یعنی حسن عورت اور صحت جسمانی منزلِ عمر میں ہر لمحہ اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں اور اشد ضرورت ہے کہ جس رفتار سے قدرت یہ کمی پیدا کر رہی ہے، عورت اسی سرعت سے اس نقصان کے قائم مقام پیدا کرتی جائے، اور اس تلافی کا راز صرف اس قوت میں پوشیدہ ہے کہ

"شوہر کی آسایش کے واسطے بیوی ہر قسم کے ایثار کو جائز سمجھے۔"

(لیڈی ڈروتھی) ۱۹۲۲ء

شوہر یا بیوی کا نام نہ لینا
ایک ہندوستانی رسم

بمبئی کی انتھروپولوجیکل سوسائٹی کے ایک جلسہ میں جو ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا ایک مضمون شمس العلما ڈاکٹر جیوا جی جمشید جی مودی نے پڑھا جو خاوند اور بیوی کے باہمی نام نہ لینے پر تھا جس کا خلاصہ مفہوم یہ ہے۔

مسٹر ای کلوڈ نے اپنی مشہور کتاب میں اس خاص بحث پر اس طرح لکھا ہے کہ ہندو بیوی کسی حالت میں اپنے شوہر کا نام نہیں لیتی وہ اس کو "وہ" "مالک" "سوامی" وغیرہ کہتی ہے پچاس سال قبل تک یہ رسم پارسیوں میں بھی تھی اور یہ انگلستان کے قدیم حصوں میں بھی اکثر جگہ موجود ہے۔ جہاں بیوی شوہر کو میرا مالک یا میرا آدمی کہتی ہے۔ بیویاں ہی صرف نہیں شوہر بھی بیویوں کا نام نہیں لیتے، میں ایک بڈھے پارسی کو جانتا ہوں جس کی بیوی رتن بائی تھی مگر وہ اس کو ہملو کہتا تھا۔ یعنی مہروان جی کی دوسری صورت تھا اس نے لڑکے کا نام تھا اور اس طرح وہ اس کو اپنے لڑکے کے نام سے

پکارتا تھا شوہر یا بیوی کے نام نہ لینے کی وجہ دراصل ٹیبوئند الفاظ میں اور اس سوال کو سر جیمس فریزر اپنی کتاب گولڈن لایف میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ بعض فرقوں میں ٹیبوئند یا ممنوع الفاظ کا زبان سے نکالنا اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ اگر کسی لفظ میں ان الفاظ کا کوئی حصہ بھی موجود ہے تو وہ ہرگز نہ کہیں گے۔ مثلاً اگر لفظ جون ممنوع ہے تو زبان سے نہ نکالنے کے سبب وہ ہرگز جن نہ کہیں گے کیونکہ جن جون سے ملتا ہوا ہے۔ اور اگر ان کو کہنے کی سخت ضرورت ہوگی تو کسی اور صورت میں ادا کریں گے۔

نام میں کیا ہے

ہم کو معلوم ہے جو شکیپیر کہتا ہے۔ "نام میں کیا ہے؟ جس کو ہم گلاب کہتے ہیں دوسرے نام سے بھی اس کی خوشبو ایسی ہی اچھی ہوگی"۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی نقطۂ نظر سے ہم شکیپیر کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ نام میں بہت کچھ ہے یہی نام آرین ذخیرہ کی تمام زبانوں میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ ایک شخص کا نام اس کی روح سے بھی تعلق رکھتا ہے اور وہ اس طرح کہ منگنی جو پارسی شادی کا پیش خیمہ ہے جس میں دو روحیں متفق ہو کر ایک ہوتی ہیں "نامزد" "باشدن" کہی جاتی ہے اور شاہنشانی فرقہ پارسی بیوی کا نام منگنی کے بعد اسکے شوہر کے نام کا ایک جزو ہو جاتا ہے۔ اور وہ موت اور نیز دوسری شادی کے بعد تک قائم رہتا ہے۔

دیوتاؤں بادشاہوں اور سرداروں کے نام بھی ٹیبو دہیں، اسی لئے یہودیوں میں بھی کبھی جیہودا کا نام نہیں لیا جاتا۔

اب سوال یہ ہے کہ شوہر اور بیوی کا اس میں نام نہ لینے کا کیا سبب ہے۔ بعض آدمیوں میں یہ یقین ہے کہ کسی شخص کا نام معلوم ہونے پر نام ہی کے ذریعہ سے اس پر جادو ہوتا یا ہوسکتا ہے۔ جادو اس قسم کی چیزوں پر آسانی سے ہوتا ہے۔ بال، ناخن، دانت، کپڑے وغیرہ اور اس قسم کی چیزوں پر بھی جیسے سایہ خیال اور نام اس واسطے یہ خیال ہے کہ ہر شخص کا نام کم زبان سے نکلنا چاہئیے کہ جادوگر یا دشمن اس کے ذریعہ سے جادو نہ کرسکے۔ خاوند یا بیوی کی محبت اس احتیاط میں سب سے بڑی چیز ہے۔

یہ وہ وجوہ ہیں جو عام طور پر بیان کی گئی ہیں۔ مگر کیا یہ اصلی وجہ ہے اور صرف یہ ہی ہے؟ جادو کا خیال اس وقت کا ہے جو مدتیں ہوئیں گذر گیا۔ ہم ہندوستانی اس رسم کی اصل وجہ لاج یا شرم سمجھتے ہیں۔ اصلیت پر پھر غور کرنے سے سوال ہوتا ہے کہ یہودی جیہودا کا نام کیوں نہیں لیتے۔ اس لئے کہ وہ پاک نام ہے پاک پاکوں کا پاک اور اس لئے وہ زبان سے زیادہ نہ نکلنا چاہئیے اور اس کا زیادہ استعمال بے عزتی یا ہتک ہے اور توہین ہے۔ شاہان مغلیہ کے فرمانوں میں جہاں بادشاہ کا نام آتا ہے بعض میں جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور نام نہیں لکھا گیا پڑھنے والا حالات سے اور مضمون سے نام، اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ نام کیوں نہیں لکھا گیا

اس لئے کہ بڑا ہے پاک ہے اور جلیل القدر ہے۔ یہ ہی اصول ہمارے رسم پر بھی عائد ہو سکتا ہے۔ بالخصوص ہندوستان میں جہاں شادی بجائے ایک مہذب معاہدہ کے موت کے بعد بھی متعلق سمجھی جاتی ہے۔ خاوند اور بیوی دونوں کے واسطے دونوں کے نام نہایت عزیز پاک اور معزز ہیں اور ضرورت ہے کہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی عزّت کریں بلکہ ایسی محبت کریں جس میں عزّت کے جذبات شامل ہوں۔ اور وہ عزّت جو حد سے زیادہ ہو۔ یہ بیان اس طرح آسانی سے سمجھ میں آئے گا کہ کوئی شخص بادشاہ کو براہ راست نام لیکر نہیں پکار سکتا۔ ہائی کورٹ کے ججوں کو گورنروں کو راجاؤں کو جسٹس ہز اور ہز ہائی نس وغیرہ سے مخاطب کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ بھی وہی ہے۔

سنہ ۲ء

ایران کی شادیاں

اس مضمون میں جو ایک انگریزی رسالہ کا ترجمہ ہے نامہ نگار نے بہ ظاہر تعصب یا حقارت سے کام نہیں لیا مگر حق یہ ہے کہ بہت سی رسمیں اس میں ایسی موجود ہیں جن کو پڑھ کر جہاں ایک دوسرے ملک کے حالات معلوم ہوتے ہیں وہاں بے اختیار ہنسی بھی آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ مسلمان احکام مذہب کو خیر باد کہہ کر جس قدر بھی رسوا ہوں کم ہے ہم دوسرے ملک کو کیا کہیں خود ہندوستان کے مسلمانوں کی شادیاں اُن رسوم سے لبریز ہیں جن کے ماتم کو ایک دفتر چاہیئے۔

ایرانی لڑکے کی شادی عام طور پر اٹھارہ سال کی عمر میں ہوتی ہے اور دُلہن اُس سے بھی چھوٹی اور بعض دفعہ بہت چھوٹی جیسا کہ ترکوں میں دستور ہے پیشہ ور مشاطہ عورتیں بر تلاش کرتی ہیں جب لڑکے کی ماں کسی جگہ رضامندی ظاہر کرتی ہے تو مشاطہ مع اپنے کسی ایک ساتھی کے لڑکی کی ماں کے پاس جاتی ہے اور گو اُس کے جانے کا مقصد کھُلا ہوا راز ہے مگر رسم اُس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ساتھ کچھ مٹھائی وغیرہ لے جائے۔

بات چیت طے ہوتی ہے۔ اور اس مجلس کا خاتمہ اگر کامیاب ہے تو مٹھائی کی تقسیم پر ہو جاتا ہے۔ اب لڑکے کی ماں کوشش کرتی ہے کہ دولہا ایک نظر دولہن کو دیکھ لے چنانچہ وہ بلائی جاتی ہے اور لڑکا عام طور پر اس مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اب شادی کا معاملہ طے ہوتا ہے اور طرفین سے جہیز پر ردوکد ہوتی ہے۔ اس کے بعد مگر جلدی ہی نہیں کیونکہ ایرانی ایٹی کیٹ میں فرصت بہت کافی ہے مہینوں کی گفت وشنید کے بعد منگنی طے ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت ایک خاصا اچھا چھوٹا سا جشن ہوتا ہے دولہا کچھ تحائف دولہن کو بھیجتا ہے لیکن نہایت ضروری ہے کہ ان تحائف میں ایک دس گز لمبا سفید کپڑا ہو جس پر دولہن شادی کے روز بیٹھ سکے منگنی کے کچھ روز بعد شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے واسطے ایک نجومی بلایا جاتا ہے جو زائچہ دیکھتا ہے اور تاریخ مقرر کرتا ہے۔ شادی سے ایک روز قبل دولہا غسل کے واسطے حمام میں جاتا ہے اور دُلہن کے کچھ بال اور ناخن تراشے جاتے ہیں۔ شادی کی مجلسیں دو ہوتی ہیں ایک مردانہ اور ایک زنانہ عورتوں کی مجلس میں دُلہن ایک غالیچہ پر قبلہ کی طرف مُنہ کر کے بیٹھتی ہے اور اُس کا زیور وغیرہ کھُلا ہوا ہوتا ہے اُس کے سامنے ایک تکیہ رکھا جاتا ہے اور دونوں طرف دو موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔ اب وہ سفید کپڑا جو دولہا کے ہاں سے آیا ہے اُس کے بدن کو ملا جاتا ہے اور اُس کے نیچے غالیچے پر بچھایا جاتا ہے۔ اُس کے مُنہ میں مٹھائی کی ڈلیاں دی جاتی ہیں اور سر پر کھانڈ چھڑکی جاتی ہے دُلہن کو خوش قسمتی کا یقین دلانے

کے واسطے ایک دھاگہ جس میں سات گرہیں ہوتی ہیں سات دفعہ اُس کپڑے میں ڈالا جاتا ہے۔ جو دولہا کے ہاں سے آیا ہے اور یہ کام دُلہن کی ایک رشتے دار عورت کرتی ہے۔ اس وقت کمرے میں ایسی چیزیں روشن کیجاتی ہیں جو اُن کے عقائد کے موافق مُردوں کی رُوح کو خوش کرسکیں۔ جیسے عودوغیرہ۔ مردانے جلسے میں قاضی صاحب بآوازِ بلند دولہا سے پوچھتے ہیں کیا تم مجھے اپنی شادی کا اختیار دیتے ہو دولہا کی رضامندی کے بعد قاضی اب پوچھتا ہے دُلہن کا مختار کون ہے۔ دُلہن کا مختار زنانہ جلسہ میں جاتا ہے اور خود دلہن سے رضامندی حاصل کرتا ہے اور یہ خاموش لڑکی بہت تکلف سے اور مختار کے بار بار اصرار کے بعد ہاں کرتی ہے۔ اس کے بعد یہ مختار قاضی کے روبرو آکر رضامندی کی اطلاع دیتا ہے۔ اور دُعا ہوتی ہے اور اس طرح یہ رسم ختم ہوجاتی ہے اس کے بعد ایک عجیب سماں نظر آتا ہے دولہا زنانہ کمرے میں جاتا ہے جہاں دُلہن اُسکے استقبال کو اُٹھتی ہے مگر عجیب حالات میں اُس کا سر اُسی سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے جو دولہا کے ہاں سے آیا تھا۔ جس پر وہ نکاح سے پہلے بیٹھی ہوئی تھی۔ دولہا اس سفید کپڑے یعنی دُلہن کے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے۔ یعنی وعدہ کرتا ہے کہ میں اب عمر بھر اس کی حفاظت کروں گا۔ اور اب زندگی کی کشمکش دونوں میں شروع ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ دُلہن کوشش کرتی ہے کہ اپنا پاؤں دولہا کے پاؤں کے اُوپر رکھے دولہا یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کا پاؤں نیچے رہے میں اُوپر رکھوں کیونکہ جس کا

پاؤں نیچے رہے گا۔ وہی تمام عمر کمزور رہے گا۔ اس کے بعد دُلہن کا سر اور چہرہ کھولدیا جاتا ہے تاکہ وہ پہلی دفعہ دولہا کی صورت دیکھے اسوقت دولہا ایک انگوٹھی دُلہن کے ہاتھ میں پہناتا ہے۔ اب دنوں اور ہفتوں گزر جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کا مُنہ نہیں دیکھتے اس عرصے میں کئی مرتبہ دُلہن کی پشت پر جس قدر بال ہیں وہ صاف کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ایرانیوں کا عقیدہ ہے کہ عورت کی پشت پر ایک موت کا بال ہوتا ہے جو اگر شادی کے وقت موجود ہو تو شوہر زندہ نہیں رہ سکتا۔ وداع کے وقت نظر بد سے بچانے کے لئے پانچ بھیڑیں ذبح کیجاتی ہیں۔ اور جس وقت دُلہن کا جلوس دولہا کے گھر پر پہونچتا ہے تو دُلہن کی ایک سہیلی چیخ کر یوں کہتی ہے کہ جب تک دولہا باہر نہ آئے گا دُلہن خچر سے نیچے نہیں اُتر سکتی۔ چنانچہ وہ باہر آجاتا ہے۔

اور دونوں دولہا دُلہن گھر میں جاتے ہیں جہاں دونوں ایک دوسرے کے پاؤں کا انگوٹھا دودھ سے دھوتے ہیں اس موقعہ پر دولہا دُلہن کو ایک تحفہ صورت دکھانے کا دیتا ہے اور دوسرا بات کرنے کا۔

سنہ ۲۲ء

اے بچی!

میری بچی! دنیا ہر وقت تیری منتظر ہے اور سچ یہ ہے ہر لڑکی کی منتظر نہیں ہے، کیونکہ اس میں ہزاروں لاکھوں ایسی لڑکیاں موجود ہیں جن کے دماغ و دل اور مُنہ ہر وقت انہی خیالات انہی افکار اور انہی معاملات اور انہی باتوں میں مصروف ہیں جو ان کے گرد و پیش کام کر رہے ہیں، پیاری بچی! یہ وہ لڑکیاں ہیں جو دنیا سے سب کچھ بہت کچھ لیتی ہیں، ہمیشہ لیتی ہیں اور عمر بھر لیتی ہیں۔ مگر کبھی دنیا کو کچھ نہیں دیتیں کبھی نہیں دیتیں، اور کسی طرح نہیں دیتیں۔

کسی سے سب کچھ لینا، اور کچھ نہ دینا کہاں تک جائز ہے؟

آج کل تم جہاں جاؤ، جس سے باتیں کرو، جس پرچہ کو پڑھو، یہ ہی ذکر اور یہ ہی فکر ہوگا کہ عورت کس طرح ترقی کرے۔

پیاری بچی دنیا ایسی لڑکی کی منتظر نہیں ہے۔

تو نے مہینوں اس ادھیڑ بن میں صرف کئے ہیں، کہ مجھ کو کیسا شوہر

ملے، تو نے راتیں اس خیال میں گذار دی ہیں، کہ میرا مستقبل کیسا ہوگا، تو نے دن اس الجھن میں بسر کئے ہیں کہ میں کس طرح دولت مند ہو جاؤں مگر دنیا ایسی خود غرض لڑکی کی منتظر نہیں ہے۔

لڑکیوں کے واسطے اس قسم کی تیاریاں اور ان خیالات میں پھنسنا میں غیر شریفانہ نہیں سمجھتی بلکہ عزت کرتی ہوں، میں جس چیز کا ذکر کرتی ہوں اور اے بچی دنیا تیری جن صفات کی منتظر ہے وہ کچھ اور ہے۔

تو بہترین مقرر ہو جا، اعلیٰ درجہ کی مصنف بن جا، صناع ہو، منتظم ہو، دولت مند ہو، سب کچھ ہو، مگر یہ تو بتا تو نے دنیا کے احسانات کا معاوضہ کیا ادا کیا، بچی عمر کے یہ سنہرے دن ختم ہو رہے ہیں، اگر کچھ کرنا ہے تو ان ہی دنوں میں کر لے، یہ واپس آنے والے نہیں ہیں۔ اگر تو نے ہوشیار ہو کر بچپن کا کھیل کود ترک کر دیا، سنجیدہ بن گئی، اور آئندہ کی بابت غور کرنا شروع کر دیا تو کیا کچھ کمال کیا، یہ تو عمر کا تقاضا ہے کرنا چاہیئے تھا۔ اور کرنا پڑا میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ تو آج ان تمام خوشیوں کو جو تو نے اس دنیا میں حاصل کیں اپنے ذہن میں جمع کر، مسرت کی ان گھڑیوں کو جن کی یاد آئندہ زندگی میں تیرا دل اڑا دے گی۔ اپنے خیال میں اکٹھا کر اور سوچ کہ وہ چشمہ جس کے سوتوں سے تو نے ایسے ٹھنڈے اور میٹھے پانی پیئے تجھ سے بھی کسی بات کا متوقع ہے یا نہیں؟ شاید تو کہے کہ میں نے اس دنیا سے تکلیفیں اٹھائیں۔

میری بچی! یاد رکھ، زندگی نام ہے ادائیگی فرض کا، اور فرائض نام ہے

رنج وراحت کا، اور تو جس طرح خوشی کے استقبال کو تیار تھی، اسی طرح تجھے رنج کی برداشت کو تیار رہنا چاہیئے تھا۔

تم شاید اس لڑکی کو بیوقوت سمجھو، جس نے سال بھر کا باریک کپڑا تیار کرلیا، کیونکہ اس کی رائے میں سال بھر تک موسم گرم ہی رہے گا۔ اسی طرح شاید تم اس کو بھی بیوقوت کہو کہ جو چھ مہینہ قبل ایک شادی کا انتظار کررہی ہے، کیونکہ اس کو یقین ہے کہ چھ مہینے تک زمانہ میرے موافق رہے گا۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا۔

"امن قائم رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ
لڑائی کے واسطے تیار رہو
اسی طرح مسرت حاصل کرنے کا اصول یہ ہے
رنج اٹھانے کے لئے تیار رہو

میرے خیال میں اے بچی! تیرے واسطے سب سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ ہر شخص جو تجھ سے واقف ہو، خواہ وہ عزیز ہو یا آشنا سا تیرا ہمدرد ہو۔ اگر تو یہ دولت حاصل کرلے تو تو نے بہت کچھ کما لیا، مگر اے بچی! دنیا جس بچی کا انتظار کررہی ہے وہ اور ہے، بچی تو نے سُنا ہوگا کہ وہ ہاتھ جو پتھر دل کو موم کرسکتا ہے دنیا پر حکومت کررہا ہے یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ وہ مروجہ قانون، مکان، ریل، جہاز بنا سکتا ہے۔ اس کی بنانے والی تو ہے۔ مردان معمولی چیزوں کا بنانے والا ہے۔ اگر تو نے کبھی ماں کی صورت میں کبھی بیوی کی حیثیت میں ایسے مرد پیدا کردئے تو بے شک

تو نے دنیا کا قرض ادا کیا، عورت قانون بنانے والی، قانون پر حکومت کرنے والی نہیں ہے۔ بلکہ قانون بنانے والوں کو اس لایق کر دینے والی ہے کہ وہ قانون بنا سکیں۔

عورت دنیا کی تمام مصیبت کا بوجھ اُٹھا سکتی ہے، وہ اپنی کوشش سے ہر تکلیف کو دنیا کے واسطے پھول بنا سکتی ہے، مرد اپنی کوششوں اپنی رایوں اپنے ہتیاروں سے جو کچھ کر سکتا ہے اس کا مقابلہ ہرگز اس سے نہیں ہو سکتا، جو عورت کر سکتی ہے۔ جب پریسیڈنٹ گارفیلڈ سے سوال کیا گیا، کہ تم کیا ہونا چاہتے ہو، اُس نے جواب دیا، میں سب سے پہلے ایک مرد ہونا چاہتا ہوں، اگر میں اس میں کامیاب نہ ہوں تو کچھ نہیں ہونا چاہتا۔

بچی! میں ہرگز تجھ سے یہ نہیں کہتی کہ تو مرد بن، بلکہ مرد سے کچھ بہتر بن، تو عورت بن، اور مرد کی بنانے والی بن، اور ہر حیثیت میں ایسے مرد بنا جو دنیا کے واسطے مفید ہوں۔ پیاری بچی ایسا گھر بنا جسکے در و دیوار جسکے چپہ چپہ اور کونے کونے سے خوشی ٹپک رہی ہو، جہیں شوہر ہشاش بشاش ہو، اور بچے خوشحال اور مطمئن ہوں اور بزرگ فارغ البال اور بےفکر ہوں، پیاری بچی! یہی گھر تیری دنیا ہے تو اسکی ملکہ ہے اور تیری ذمہ داری حکومت کے بادشاہ اور سلطنت کی ملکہ سے بڑی ہوتی ہے اگر تو نے یہ گھر بنا لیا تو گھر کے اس تخت پر راج کر جس پر حکومت کرنے کیواسطے تو پیدا ہوئی ہے اور یقین کر کہ دنیا تیری پیدائش کا انتظار کر رہی تھی۔

«الیناامی» سنہ ۲۳ء

وہ عورت
جو
دنیا کی مقروض مری

قرض کا ادا کرنا دنیا کے ہر مذہب میں بلکہ لا مذہبوں میں بھی انسانیت کا ایک فرض ہے اور ایسا فرض جو کسی اہم فرض سے کم نہیں، امریکہ کا مشہور مصنف ہوری موسل جو کائنات کے وجود کو صرف ایتھر تک محدود کرتا تھا۔ یعنی لا مذہب تھا کھلے ہوئے الفاظ میں کہتا ہے۔ زندگی میں سخت سے سخت تکلیفیں مجھ کو پہنچیں مگر کوئی تکلیف اس سے زیادہ کبھی نہیں ہوئی کہ جب میں وقت مقررہ پر ہیں کرایہ مکان ادا نہ کر سکا۔ دنیا کی بسنے والی معزز خاتون اب کہ تیری عمر کا عزیز سایہ ڈھل رہا ہے۔ غور کرلے کہ تجھ پر دنیا کا کیا قرض ہے۔

تو سمجھتی ہوگی کہ زندگی کی ہر مسرت پیدا کرنے والی تو اور تیری کوشش ہے، اس لئے تو کسی کی ممنون نہیں، اور دنیا نے تجھ کو قرض نہیں دیا لیکن

روز پیدائش سے آج تک تو دنیا کا بہت کچھ قرض لے چکی ہے بیشک
ایک مقدمہ میں کامیاب ہو کر تو صرف اپنی کوشش سے دولت مند بنی
لیکن دولت سے خوش ہونے کے اسباب فراہم کرنے والی دنیا تھی
جب تو موسم گرما کی شاموں کو سیر کرنے کے واسطے باغوں میں جاتی تھی
اور خوشبو دار پھول تیرا دماغ معطر کرتے تھے جب تو چاندنی راتوں
میں دل خوش کرنے سڑک پر آتی تھی اور قمقمہ آسمانی تیرا دل اور آنکھیں
روشن کرتا تھا، اس وقت دنیا خاموشی کے ساتھ اس توقع پر تجھ کو اپنے
احسان قرض دے رہی تھی کہ تو موت سے پہلے قرض ادا کر دے۔

تیرے روپیہ پیدا کرنے کا واسطہ دنیا سے نہ ہو، مگر وہ وقت یاد رکھ جب
انتہائی بھوک میں اس دنیا نے تیرا پیٹ بھرا اور تجھ کو صرف اس امید پر قرض
دیا کہ تو ادا کر دے۔

میری محترم خاتون دنیا کا ہر ذرہ تیرا محسن ہے اور ضرورت ہے کہ تو آج
اپنے محسنوں کے شکریہ میں ان کے قرض کا حساب کر اور اس کی ادائیگی کے
واسطے تیار ہو۔

۱۹۲۳ء

شیدائے وطن

ممبر پر بیٹھ کر اور اسٹیج پر کھڑے ہو کر یہ کہہ دینا نہایت آسان ہے کہ

وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنونڈی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

مگر یہ دیکھنا بہت مشکل ہے کہ وہ ممتاز قومیں جو زندہ ہیں اور زندہ رہنے کا حق رکھتی ہیں، ان کے دل کیسے کیسے بیش بہا جذبات سے مالا مال ہیں، "روزا بونیر" فرانسیسی آرٹسٹ کے حالات بتائیں گے کہ یہ مغربی خاتون جو بساط فن پر چاند کی طرح چمکی، اس کا سینہ حب وطن کے کیسے گراں قدر خزانہ سے لبریز تھا۔

۱۸۶۸ء کی ایک خوشگوار صبح کو ہمارے دو مشہور صناع مسٹر جان ملائس اور مسٹر فریتھ یہ سنکر بہت ہی خوش ہوئے کہ جو درخواست انہوں نے کی تھی وہ منظور ہو گئی۔

یہ دونوں مشہور آرٹسٹ ایک فرانسیسی عورت "روزا بونیر" کی ملاقات کے

مشتاق تھے، جس کی شہرت بہ حیثیت ایک آرٹسٹ کے تمام دنیا کو عبور کر چکی تھی، اور اُس نے ایک خاص شخص کو جو فرانسیسی عورت اور انگریزی مصوروں میں واسطہ تھا، یہ اطلاع دی تھی کہ وہ ان دونو صناعوں سے اپنے مکان واقع "مونٹین بلیو" میں ملکر بہت خوش ہو گی۔

دونو انگریز مصور اپنے دوست کے جو واسطہ تھا روانہ ہو گئے۔ اسٹیشن پر اترتے تو ایک گاڑی ان کا انتظار کر رہی ہے۔ جو شخص گاڑی کے ساتھ تھا، وہ کوچبین تھا، لیکن پادریوں کا لباس پہنے ہوئے تھا، مگر ان کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب اُنہوں نے دیکھا کہ کوچبین اپنے سینے پر وہ اعزازی تمغہ لگائے ہوئے ہے، جن کو خاص خاص موقعوں پر فرانسیسی نہایت فخر کے ساتھ استعمال کرسکتے ہیں۔

جونہی گاڑی چلی تو ان دونو انگریزوں میں سے ایک نے کہا "یقیناً اس تمغہ کا اس پادری سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔"

"پادری! ہرگز نہیں، ہمارا کوچبین خود "روزا بونیر" ہے، دوسرے نے جواب دیا۔

وہ عرصہ سے مردانہ لباس میں رہتی تھی، جس کی وجہ ہم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔ یہ وہی مشہور و معروف آرٹسٹ خاتون تھی، جس کی ملاقات کو انگریز اتنی دُور سے آئے، اور صرف اس غرض سے کہ اس کے کمال کی داد دیں، اور جس کو اس کے ملک نے وہ اعلیٰ درجہ کا اعزاز عطا کیا تھا جو انکے اختیار میں تھا۔

"روزا بونیر" کسی دولتمند گھرانے میں پیدا نہ ہوئی تھی۔ بلکہ وہ معمولی

اور غریب ماں باپ کی لڑکی تھی، جب وہ ۱۶ مارچ ۱۸۸۲ء کو بورڈو میں پیدا ہوئی تھی، اس کا باپ ریمنڈ بونیر ایک مدرسہ میں معمولی تنخواہ کا ڈرائنگ ماسٹر تھا، اور گھر کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے روزا کی ماں کو موسیقی کے لکچر دینے پڑتے تھے۔ ۱۸۲۸ء میں اخراجات کی زیادتی سے گھبرا کر باپ پیرس چلا گیا، کہ کوئی بہتر ملازمت حاصل کرے اور صرف ماں اور بچے بورڈو میں رہے۔ اس گھر میں روزا کے علاوہ اور بچے بھی تھے۔ مگر ماں باپ کے موروثی حصہ یعنی ذہانت میں سب سے زیادہ اسی کا حصہ تھا، لیکن روزا کی طبیعت ماں کے واسطے ایک عجیب و غریب راز تھا کہ یاد کرنا مطلق نہیں، پڑھنا ہرگز نہیں لکھنا بالکل نہیں۔

اس کے ہاتھ میں پنسل اور کاغذ ہوتا تھا، اور وہ ہر وقت لکیریں کھینچتی رہتی تھی، جب کاغذ میسر نہ ہوتا، تو چھوٹے سے گھر کی سفید دیواریں اس کا تختۂ مشق تھیں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا، روزا کی ماں ایک خط میں شوہر کو لکھتی ہے کہ روزا جس میں فراست کوٹ کوٹ کر بھری ہے کیوں پڑھنے لکھنے سے گھبراتی ہے۔ میں ایک قطعہ زمین کا نقشہ تم کو بھیجتی ہوں جو اس نے کھینچا ہے، دوسرے خط میں وہ شوہر کو لکھتی ہے، میں کچھ نہیں کہہ سکتی روزا کا حشر کیا ہوگا، مگر ہاں یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ غیر معمولی عورت ہوگی۔

دو سال کے بعد بونیر بیوی بچوں کو پیرس لے گیا۔ مگر ان کے وہاں پہنچتے ہی فرانس میں انقلاب شروع ہوگیا، اور یہ خاندان روٹیوں کو بھی محتاج

ہوگیا، اور ان ہی مصائب میں روزا کی ماں دنیا سے رخصت ہوئی۔

ننھی روزا اس وقت ۱۱ سال کی تھی، اور باپ نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ اس کو بورڈنگ میں داخل کردیا۔

روزا کا جی یہاں بھی نہ لگا، اور وہ بارہ سال کی عمر میں ایک انجنیر کے پاس نوکر ہوئی۔ مگر یہاں بھی بارہ روز سے زیادہ نہ ٹھہری اب اس کے باپ نے یہ فیصلہ کرلیا کہ روزا آرٹسٹ کے سوا کچھ نہیں ہوسکتی، اور اس کو اسی کام میں ڈالدیا، اس کے احباب اور رشتہ داروں نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا کہ ایک عورت آرٹسٹ ہوسکتی ہے۔ لیکن وہ اپنی رائے پر قائم رہا، اور روزا آرٹسٹ کی تعلیم حاصل کرتی رہی۔

ایک روز دوپہر کے وقت اس نے باپ کو اپنے ہاتھ کی کھنچی ہوئی ہری مرچوں کے ایک گچھے کی تصویر دکھائی، اور وہ دیکھتے ہی پھڑک گیا اور آج سے خود بھی اس فن کے حصول میں بچی کو مدد دینی شروع کی، اس نے یہ جائز نہ سمجھا کہ روزا دوسرے مصوروں کی نقل کرے، بلکہ صرف مناظر قدرت کا مطالعہ کرے، وہ تین سال اس میں مصروف رہی اور اسی مطالعہ کا نتیجہ تھا کہ جب اس نے صبح کی ایک تصویر تیار کی تو ہر سمت سے اس پر مبارک باد کے پھول برسنے شروع ہوئے، ۱۰ سال کی عمر میں اس نے اپنی تصویر سیلن میں بھیجی، یہ ایک سیدھی سادی تصویر تھی جس میں دو خرگوش پنیر کے ٹکڑے کھا رہے تھے، دوسرے سال اس نے ایک اور تصویر بھیجی، جس میں بھیڑ اور بکری کھڑے تھے۔

دونو تصویریں مقبول ہوئیں، اور آیندہ تیرہ سال تک ادہر اس نے اپنی تصویر ہر سال سیلن میں بھیجی اوہر منتظمین سیلن نے اس کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

اب یہ خاندان خوشحال زندگی بسر کرنے لگا، اور دنیا بھر کے پرند روزا کے مطالعہ میں اس کے مکان پر پلے ہوئے تھے۔

روزا کی عمر ۲۹ سال کی تھی کہ باپ بھی مرگیا، اور وہ ایک مدرسہ نقاشی میں ہیڈ ماسٹر ہوگئی، یہاں اس نے بارہ سال کام کیا، اور پھر محض نقاشی میں مصروف ہوئی اور ایک تصویر جس کا نام لوزنیس میں کاشتکاری ہے، تیار کی، یہ بےمثل تصویر تھی جس میں روزا نے آرٹ کے بہترین جوہر دکھائے تھے، فرانسیسی قوم نے اس کے کمال کی جی کھول کر داد دی، دوسری تصویر گھوڑونکا میلہ" پہلی تصویر سے بھی بڑھ گئی۔

اس تصویر کا باہر آنا تھا کہ وہ تمام یورپ میں مشہور ہوگئی۔ ہر شخص کی زبان پر اسکا نام تھا، یہ دو نو تصویریں روزا نے معمولی رقم پراپنے وطن بورڈو میں ایک ہزار پونڈ کو فروخت کردیں۔ ان تصویروں کی شہرت دُور دُور پہونچی۔ اور مشہور ماہر تصویر انگریز گیمبرٹ اس کے پاس آیا۔ اس وقت جو تصویر اس کے پاس تیار تھی وہ صرف ایک شام کی تھی جس کے دو ہزار پونڈ لگ چکے تھے گیمبرٹ نے دس ہزار نذر کئے، اس وقت روزا نے کہا۔

سے باہر نہ نکلیں مگر چونکہ آپ کا اصرار ہے، اس لئے جو تصویر فرانس دو ہزار میں لے سکتا ہے وہ کم از کم ۲۰ ہزار پونڈ میں باہر جا سکتی ہے، افسوس یہ ہے کہ میں اس پر بھی وطن کے حقوق پامال کر رہی ہوں۔

گھمبرٹ یہ تصویر لیکر انگلستان آیا، اور ونڈسر میں اسے کوئن وکٹوریا کے ملاحظہ کا فخر حاصل ہوا، گھمبرٹ سے ایک دوسرے تاجر نے بہت بڑی قیمت کو یہ تصویر خرید لی، اور اس کی وصیت کے موافق یہ تصویر اب نیشنل گیلری میں موجود ہے۔

انگریز ملاقاتیوں کی درخواست پر اس نے بیان کیا کہ زنانہ لباس میں اس کو بہت ناگوار واقعات پیش آئے۔ مناظر قدرت کے مطالعہ کے واسطے اس کو چاروں طرف پھرنا پڑا۔ اور ایک موقعہ پر لوگوں نے اس پر پتھر اور لکڑیاں پھینکیں اس لئے اس نے مردانہ لباس اختیار کیا۔

فرانسیسی صناعوں نے پہلے اس سے حسد کیا، مگر جب اس کا فن سرزمین فرانس پر چاند کی طرح چمکا تو اس کے کمال کے قائل ہو گئے۔ اور ایک وقت وہ بھی آیا، کہ فرانس نے اس مایہ ناز خاتون کو شیدائے وطن سمجھا۔

روزا کی تصویروں سے ہر ملک کے عجائب خانہ میں زینت ہوئی۔ مگر اس کی بعض تصاویر ایسی ہیں جو کسی قیمت پر بھی وطن سے باہر نہیں جا سکتیں۔ اور ان پر اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے۔

"شیدائے وطن کا تحفہ وطن کی خدمت میں"

روزا اٹھارویں صدی کے آخر تک زندہ رہی، اور وہ زندگی کے

آخر لمحہ میں بھی اپنے کام میں مصروف تھی، شہزادی یوجینی نے کمال کا وہ اعزازی تمغہ اپنے ہاتھ سے اس کے سینہ پر لگایا جو اس سے قبل اور اس کے بعد آج تک کسی عورت کو نصیب نہ ہوا۔

جس وقت ان دونوں انگریزوں میں سے جو اس سے ملنے آئے، سر جون ملائس نے جس کو وہ ہمیشہ شاعر آرٹسٹ کہتی تھی اس کے بے نظیر آرٹسٹ ہونے کا اعتراف کیا تو خوشی کے آنسو اس کی آنکھ میں آ گئے اور اس نے کہا:۔

"مجھے اس بات کی مطلق خوشی نہیں ہے کہ اس اعتراف کی مستحق میں ہوں، بلکہ میری مسرت کا سبب یہ ہے کہ آج انگلستان فرانس کے کمال کا اعتراف کر رہا ہے، اور خاکِ فرانس سے ایسی ہستیاں پیدا ہو سکتی ہیں، جس کی داد دینے پر انگلستان مجبور ہے۔"

سنہ ۲۲ء

تعارف

تعارف کے سلسلہ میں بعض دفعہ خواتین سے سخت غلطیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ بی بی جو اُن دو بیبیوں کا تعارف کرواتی ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان چند باتوں کا خصوصیت سے خیال رکھیں تاکہ یہ تعارف بجائے مسرت کے اذیت نہ ہو جائے۔

فرض کرو ایک بی بی چار پر یا کھانے پر چند بیبیوں کو بلاتی ہیں، اور ان میں سے بعض بیبیاں ایک دوسرے سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ اب صاحب خانہ کا یہ کام ہے کہ وہ ان دونوں کی تقریب کرے اور تعارف کرائے۔ لیکن سب سے پہلے اس کا یعنی صاحب خانہ کا کام یہ ہے کہ وہ دونوں کے خیالات کا اندازہ کرلے اگر ان کے خیالات میں موافقت نہیں ہے تو معمولی الفاظ میں دونوں کا تعارف اس طرح کروائے گویا چھڈا اتار دیا۔ یعنی تعارف کی نوعیت فریقین کے خیالات کے مطابق ہو ایسا نہ ہو کہ خیالات میں اختلاف ہو اور یہ ملاقات باعث تکلیف ہو جائے

ممکن ہے کہ دو بیبیاں آپس میں پڑوسی ہوں ایک اس قدر مصروف ہو کہ چند منٹ بھی نئی ملاقات کے واسطے مشکل سے نکال سکتی ہے۔ دوسری دن بھر انیڈے لینے والی ہو اب ان دونوں کی ملاقات کا نتیجہ اگر یہ نکلا کہ انیڈے لینے والی بی بی اس مصروف پڑوسن کے ہاں کسی دن جا دھمکی (حالانکہ وہ اپنی مصروفیت کے باعث باوجود پڑوسن ہونے کے ان سے پہلے نہ ملی تھی) تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کامی بی بی کا تمام دن برباد ہوگا سینکڑوں کام تباہ ہوں گے۔ اور وہ افسوس کرے گی کہ فلاں بی بی نے اچھا میرا تعارف کرایا۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ تعارف ان لوگوں میں کرانا چاہیئے جو زیادہ فاصلہ پر رہتے ہیں تاکہ صاحب خانہ کی ذمہ داری اختلاف مزاج کی وجہ سے زیادہ نہ بڑھنے پائے۔ اور دونوں کو ملاقات کا موقع نہ ملے۔

تعارف کے بہت سے طریقے ہیں یہ ایک فطرت انسانی ہے کہ انسان اگر کسی شخص کو خوب اچھی طرح جانتا ہے تو وہ یہ سمجھے گا کہ دوسرا بھی اس سے میری طرح واقف ہے اور اس لئے تعارف میں جس کا تعارف کرا رہا ہے اس کو پوری وضاحت سے بیان نہ کریگا اس لئے صاحب خانہ کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کو دونوں نام جن کا تعارف ہو رہا ہے اچھی طرح یاد ہیں۔ اور وہ تعارف کا جو حق ادا کر رہا ہے اس سے پوری طرح واقف ہے یہ نہ ہو کہ تعارف کے وقت ذہن سے نام اتر گیا یا اور ضروری حالات بیان کرتے ہوئے اوں آوں کرنے لگیں یا ادھر اُدھر

دیکھنا شروع کردیا۔ دونوں میں جوکم حیثیت بی بی ہوں اُن کا پہلے نام لینا چاہئیے ۔جب دوعورتوں کی تقریب کی جارہی ہے تو اُن میں جوزیادہ معزز عورت ہے اس سے خطاب کرنا چاہیئے کہ یہ فلاں فلاں بی بی ہیں۔

کھانے کے دوران میں صاحب خانہ کا اگر وہ دُور بیٹھی ہے یہ جائز حق ہے کہ وہ اپنی کسی ایک سہیلی سے یہ کہدے کہ" آپ مہربانی فرماکر دیکھ لیجئے کہ فلاں بیگم کے سامنے کھانے کی سب چیزیں ٹھیک ہیں اب یہ سہیلی جسکی آج ہی ان نئی بی بی سے تقریب ہوئی ہے صاحب خانہ کی خواہش کے مطابق دیکھتی ہیں ۔اور خواہش کرتی ہیں کہ تھوڑا سا سالن چاول یا مٹھاس اور لے لیجئے ۔تو ان سہیلی کو اپنی اس کوشش کے جواب میں نئی بی بی کے خلق سے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ یہ کن عادات و خصائل کی بی بی ہیں اگر وہ محبت انسانیت اور خلق سے گفتگو کریں، ہنس کر انکار کریں ۔یا معذرت کریں" کہ نہیں کافی ہے ضرورت نہیں ہے ۔معاف فرمائیے" تو معلوم ہوگا کہ وہ خوش مزاج اور ملنسار ہیں اور اگر تیوری پر بل ڈالکر انہوں نے جواب دیا کہ" جی نہیں معاف کیجیے" تو معلوم ہوگا کہ وہ ان نئی سہیلی کی ملاقات سے کچھ خوش نہیں ہوئیں۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا تعارف کے وقت معزز بی بی کے سامنے چھوٹی حیثیت کی بی بی کو پیش کرنا چاہیئے ان کا نام لینا چاہیئے اور کچھ مختصر سی کیفیت اس کے بعد یہ بڑی بی بی خوش ہوکر تھوڑی سی گردن جھکائیگی ایسا ہی چھوٹی بی بی کو کرنا چاہیئے ۔اگر معزز بی بی زیادہ خلیق ہیں تو انکو

تعارف کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اس قسم کے تعارف کے وقت یہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ کنواری لڑکی کی حیثیت ان مجالس میں اس کے باپ کی ہے اور بیاہی ہوئی لڑکی کی اس کے شوہر کی۔ تعارف کے وقت کسی کو کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوائے چھوٹی عمر کی لڑکیوں کو جو بڑی بوڑھیوں کے سامنے پیش کی جائیں۔ صاحب خانہ کو ان تمام بیبیوں سے جو اس کے ہاں آئیں آتے وقت اور جاتے وقت ہاتھ ملانا ضروری ہے۔

سنہ ۱۹۲۶ء

آرام۔ بہت کم مرد اور عورتیں آرام لینے سے اچھی طرح واقف ہیں حالانکہ وہ کتنی ہی تندرست اور کیسی ہی توانا کیوں نہ ہوں۔ آرام کے بغیر صحت قائم نہیں رہ سکتی بہت سے آدمی کہتے ہیں کہ ہم نہیں تھکتے اور ہم کو اتنی نیند اور آرام کی ضرورت نہیں جتنی اوروں کو۔ لیکن درحقیقت جن لوگوں کو وہ آرام کرنیوالا سمجھتے ہیں خود اُن سے زیادہ آرام کرنے والے کم نکلیں گے کیونکہ جلد اپنے خیالات کو دوسری طرف متوجہ اور اپنے تفکرات کو آسانی سے دور کرسکتے ہیں گویا ان کے دماغ اوروں میں ایک کمانی تھی کہ اسکو نکالکر تمام پریشانیوں کا خاتمہ کردیا۔ یہ ہیں وہ لوگ جو واقعی آرام کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو آرام سے واقف نہیں وہ ہیں کہ جہاں جگہ ملی پڑکر ڈھیر ہوگئے حالانکہ دل و دماغ میں تمام خیالات کا اثر موجود ہے۔ خیالات کی اُلجھن میں رہنے والی عورتیں اگر یقین کریں تو وہ ہرگز اپنے تئیں زندہ درگور نہ کریں اور کوشش کریں کہ اپنے ساتھ ہی دل و دماغ کو آرام پہنچائیں۔

سنہ ۱۹۱۰ء

آدابِ ملاقات

پہلی ملاقات کا نتیجہ ایک ایسی چیز ہے کہ ملاقات کو جانے والے اور ملاقات کے واسطے تیار ہونے والے دونوں کو ملاقات سے پہلے اس پر غور کر لینا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا نتیجہ خوشگوار ہو ملاقات اس غرض سے کیجاتی ہے کہ جانے والا شخص خواہ مرد ہو یا عورت اپنا اچھا اثر چھوڑ کر رخصت ہو اور بلانے والا ایسی معقول گفتگو کرے کہ جانیوالا نہایت خوشگوار اثر لے کر روانہ ہو۔ ملاقات میں اور جب پہلی ہو کسی قسم کا شکوہ شکایت تو ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر اپنی تکلیف کا ذکر بھی نہایت لغویت ہے۔جہاں تک ہو ذاتی معاملات کے متعلق بہت ہی کم باتیں ہونی چاہئیں۔

مثلاً اس قسم کے سوالات کہ آپ کی آمدنی کس قدر ہے آپ کا یہ کپڑا نہایت خوبصورت ہے، آپ نے یہ رومال کس دوکان سے خریدا بہت ہی بدتمیزی کے سوالات ہیں۔

گفتگو جہاں تک ممکن ہو عام معاملات پر ہونی چاہیئے اور اگر حالات مجبور کریں اور ذاتی معاملات پر گفتگو کی ضرورت ہو تو یہ احتیاط کرنی چاہیئے کہ کسی سوال میں پرچول یا تحقیقات کا شائبہ موجود نہ ہو۔

اصرار نہایت ہی لغو اور نامعقول چیز ہے۔ فرض کیجئے ایک آدمی ملاقات کو آیا۔ صاحب خانہ نے اس لئے کہ چاء کا وقت ہے اس کے سامنے چاء رکھی اس نے عذر کیا اب اس سے اصرار کرنا کہ ضرور پی لیجئے یقیناً بدتہذیبی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ جھوٹی ہیں آپ پینا چاہتی ہیں، اور یہ عذر آپ نے غلط کیا، عورتوں میں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے، کہ چونکہ محنت کرلی جاتی ہے، اس لئے دل چاہتا ہے کہ اب وہ محنت وصول ہو، مگر غلطی ہماری ہے، کہ ہم نے پہلے کیوں نہ دریافت کرلیا کہ آپ کے واسطے چاء تیار کی جائے۔ اگر آنے والی بیوی تکلف کی ہیں اور انہوں نے رسمی طور پر انکار کردیا، تو اس رسم کی وہ خود ذمہ دار ہیں ہم پر الزام نہیں۔

ایک دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ اگر ہم اصرار کریں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ملنے والی بہن یہ سمجھیں گی، یہ خود تکلف کی آدمی ہیں، اور جھوٹ بولتی ہیں، اور اگر ہم کسی موقعہ پر ان کے ہاں گئے اور کسی طرح انکار کردیا، تو وہ اصرار کرنے میں حق بجانب ہونگی ایک اور غلطی ہم سے یہ ہوتی رہی ہے کہ جب جانے والی بہن نے اپنی روانگی کا قصد ظاہر کیا، تو ہم سر ہو [illegible]

دیر کا انتظام کر کے آتی ہیں وہ وقت گذر گیا اب ہم کو ہرگز اصرار نہ کرنا چاہیئے۔

لیڈی ڈرودہی جن کی کتاب سے یہ مضمون ترجمہ ہے لکھتی ہیں کہ مجھ سے میری ملنے والی نے ایک موقعہ پر بیان کیا کہ وہ ایڈنبرا جارہی تھیں گاڑی میں کچھ وقت تھا، میں نے اپنی ایک سہیلی سے جس کا مکان راستہ میں تھا، دریافت کیا کہ تمہیں کچھ فرصت ہے اس نے مجھے بلا لیا، میں گئی چونکہ اسکا مکان اسٹیشن کے قریب تھا، میں دس منٹ پہلے وہاں سے اُٹھی، اس نے اصرار کیا، اور مجھ کو اپنی ضرورت اور خواہش کا راز بتانا پڑا کہ ایڈنبرا جارہی ہوں، اس روز سے میں نے اس سہیلی سے ملنے میں احتیاط برتی، اور سمجھ گئی کہ یہ انسانیت سے بہت دُور ہے۔ لڑکیاں ایک غلطی یہ بھی کرتی ہیں کہ مہمان کی صورت دیکھتے ہی خاطر مدارات میں مصروف ہوگئیں۔ یعنی اس کو بٹھا دیا اور خود دوسرے کاموں میں پڑ گئیں۔ کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آنے والی صرف ہماری خاطر کی بھوکی ہے اور وہ صرف کھانے پینے آئی ہے۔ ہم سے ملنے نہیں آئی۔

۱۹۳۲ء

مہمان داری

آجکل بعض مہمان اپنے مہمان نوازوں کی خاطر مدارات اور تکلف وغیرہ کی فرضی شکایت کرتے ہیں، یعنی ان کا دل اندر سے تو خوش ہوتا ہے، اور خواہش بھی یہی ہوتی ہے کہ مہمان نوازی اچھی طرح ہو، مگر زبان سے شکایت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ آپ نے بہت تکلیف اٹھائی، ہرگز ہرگز اس تکلیف کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اس سلسلے میں ہم ذرا گذشتہ دعوتوں اور پرانے لوگوں کی دعوتوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

لیڈی ڈرودی کا بیان ہے، کہ میں جب لڑکی تھی، مجھے اس دعوت میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا جس میں مسٹر روجرز نے لارڈ بائرن کو بلایا تھا۔ لارڈ بائرن کے نام سے دنیا واقف ہے۔ مسٹر روجرز ایک مشہور شاعر تھا، اس کی شاعری نے بہت کچھ عزت حاصل کر لی تھی۔

جس وقت کھانے کی میز تیار ہو گئی، مسٹر روجرز معہ اپنے مہمانوں کے کرسیوں پر بیٹھ گیا، تو سب سے پہلے لارڈ بائرن سے صاحب خانہ نے

دریافت کیا کہ سوپ (شوربا) حاضر کیا جائے۔

لارڈ بائرن نے کہا "میں اسوقت شوربا نہیں پیونگا"

"بہت اچھا مچھلی پیش کی جائے؟" لارڈ بائرن نے سنجیدگی سے جواب دیا "مجھے مچھلی پسند نہیں" اس کے بعد فوراً ہی صاحب خانہ نے گوشت کے واسطے کہا، جس پر معزز مہمان نے یہ جواب دیا کہ "افسوس میں گوشت بھی پسند نہیں کرتا" صاحب خانہ یعنی مسٹر روجرز اب بہت پریشان ہوا اور متحیر ہوا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ پوچھیں کہ "میں کوئی شراب منگواؤں" اس پر لارڈ بائرن نے ہنس کر کہا کہ "یہ پہلا اتفاق ہوگا کہ میں اس کی صورت بھی دیکھ لوں۔ معاف کیجیے"۔

اب مجبور ہوکر مسٹر روجرز نے پوچھا "تو آپ بتایئے کہ کیا کھائیے گا، اور کیا پیجئے گا۔ لارڈ بائرن نے کہا کہ "سوکھے ہوئے بسکٹ اور سوڈا واٹر" بدقسمتی سے مسٹر روجرز کی میز ان دونوں چیزوں سے محروم تھی، لاچار لارڈ بائرن کی رکابی اُبلے ہوئے آلو سے بھری گئی، جس کو معزز مہمان نے سرکہ ڈال کر خوشی سے کھایا، اور پانی پی کر دعوت ختم کی۔

بات گئی گذری ہوئی، چند روز بعد مسٹر روجرز کی راستہ میں لارڈ بائرن سے ملاقات ہوئی تو روجرز نے کہا کہ "لارڈ بائرن اس موجودہ خوراک میں آپ کب تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ لارڈ بائرن نے قہقہہ مار کر جواب دیا کہ "جب تک میں آپ کو چلتا پھرتا نظر آؤں"۔

مسٹر روجرز بہت متعجب تھا، مگر اس نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا

کہ لارڈ بائرن اس رات کو دعوت سے اٹھ کر کلب میں گیا، اور اچھے اچھے کھانے کھائے۔

ہوٹل کے منیجر نے جو دعوت کے حال سے واقف تھا تعجب سے پوچھا کہ آپ کی تو مسٹر روجرز کے ہاں دعوت تھی۔ لارڈ بائرن نے جواب دیا "وہاں سب کچھ موجود تھا، اور مجھے احساس ہے کہ وہاں میرے خالی آلو کھانے سے صاحب خانہ کو بہت کچھ مایوسی ہوئی لیکن مجھے یقین ہے کہ آیندہ کسی دعوت میں میرے سامنے کوئی تکلف نہ ہوگا، اور معمولی چیزیں رکھی جائیں گی۔

سنہ ۲۲ء

حکیم سقراط کا شاگرد زینوفن کہتا ہے کہ "سقراط جب تک بھوک نہ لگتی دسترخوان پر نہ بیٹھتا۔ بھوک بڑھانے کے لئے اچار چٹنی کچھ نہ کھاتا۔ جب تک کھانے میں مزا آتا کھاتا۔ مزہ کم ہوتے ہی ہاتھ کھینچ لیتا۔ کبھی دعوت میں جاتا تو معمولی بھوک سے زیادہ ایک نوالہ نہ کھاتا۔ ایک دن یہی نصیحت کرتا تھا کہ جس چیز کے بھوک سے زیادہ کھانے کو جی چاہے کبھی نہ کھانا اور جس شے کے پیاس سے زیادہ پینے کو دل چاہے ہرگز نہ پینا۔ کیونکہ ان ہی دو چیزوں سے معدہ بگڑتا ہے۔

سنہ ۱۹۱۰ء

بیوی

مسز ہنتہ جیکسن رسالہ "نائن ٹینتھ سنچری" میں انگریزی قوم کی جسمانی قوت کی روز بروز کمی کے متعلق لکھتی ہیں، اس کمی کی وجہ اس قدر صاف اور آسان ہے کہ ہم بغیر کسی فکر و تامل کے اس کا پتہ لگا سکتے ہیں، اس نقصان کا سبب اور تباہی کی وجہ صرف عورت کی لاپروائی میں پوشیدہ ہے، کیونکہ وہ مطلق نہیں جانتی کہ قدرت نے اس کے سپرد کیا کیا فرائض کئے ہیں۔ لڑکیوں کی شادی اول تو چھوٹی عمر میں کر دی جاتی ہے۔ اور دوسرے جو شادی کا اصل مقصد ہے وہ اس کے سمجھنے سے قطعی محروم ہوتی ہے۔ تیسری بات جو سب سے زیادہ ضروری ہے وہ نہیں دیکھی جاتی اور وہ یہ کہ آیا یہ لڑکی بچوں کی پرورش کی قابلیت بھی رکھتی ہے یا نہیں، یہ صحیح کہ ان کو برائے نام تعلیم میسر آ جاتی ہے۔ اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ امریکہ کہاں ہے، تو وہ فوراً بتا دیں، یا کوئی جمع تفریق کا سوال دیا جائے تو اس کو بھی درست نکال دیں، لیکن پچھلے زمانے کی تربیت جو روزمرہ

کی زندگی میں ان کو حاصل تھی آج ختم ہوگئی' اور جس کا سہرا صرف ماؤں اور پرورش کرنے والیوں کے سر تھا۔

مسز جکیسن قوم کے اس ناقابل تلافی نقصان پر حسرت و افسوس کے آنسو بہاتی ہوئی لکھتی ہیں' ہمارے زنانہ پرچے' قابل قدر سوسائٹیاں اور عزیز بہنیں نوکروں کی شکایت میں ہم آہنگ ہیں' اور شاید ہی کوئی گھر والی ایسی ہو' جو نوکروں کی شاکی نہ ہو۔

مگر صرف نوکروں کا قصور ہرگز نہیں ہے' یہ توقع کس قدر غلط ہے کہ انسانیت کی تمام خوبیاں نوکریں ہوں اور آقا میں ایک نہ ہو' نوکر تو بغیر تردد و تامل خاموشی کے ساتھ سخت سے سخت کام بے چوں وچرا انجام دیدے اور آقا کو بیچ میں کام دیکھنے کی اپنے لہو و لعب سے دم بھر کی فرصت نہ ہو۔

تفریح لڑکیوں کیواسطے اچھی اور ضروری ہے مگر نہ اتنی کہ وہ تفریح کا مجسمہ ہو جائیں زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ روز کی تفریح نہ گھر کے کاموں میں ہرج کرسکتی ہے نہ بچوں کی پرورش میں دودھ پیتے بچے دو گھنٹہ متواتر سو سکتے ہیں' اور آنسے بڑے ماں کی تفریح میں برابر کے شریک' اگر وہ صرف تفریح کی عاشق ہے اور کسی قسم کا فکر نہیں کرنا چاہتی تو اسکو شادی کا حق ہی نہیں ہے' ایک ایسا شخص جو کسی دفتر میں ملازم ہے دن بھر اگر تاش کھیلتا رہے تو اسکی نوکری کبتک قائم رہ سکتی ہے' ہم کو اس کے سمجھنے میں ہرگز پس و پیش نہ کرنا چاہئیے' کہ شوہر ہمارے واسطے روپیہ پیدا کرتا ہے کپڑا کھانا اور دنیا کی تمام ضرورتیں اسکی کمائی سے پوری ہوتی ہیں تو جس محبت سے وہ روپیہ پیدا کرتا ہے اسی محبت سے بیوی کو اپنے فرائض پورے کرنے لازمی ہیں

گھر کی صفائی

بیویوں کے لئے گھر کا صفا ستھرا رکھنا ان کے فرائض میں داخل ہے، جن بیویوں کا یہ خیال ہے، کہ وہ اپنی زیب وزینت کو مقدم سمجھتی ہیں اور گھر کی صفائی ستھرائی پر پوری طرح متوجہ نہیں وہ غلطی پر ہیں، عورت کی زیب وزینت کا واسطہ زیادہ تر اس کے شوہر سے ہے، لیکن مکان کی صفائی ستھرائی کا واسطہ ہر شخص سے ہے، جو شخص گھر میں آئے گا وہ بیوی سے پہلے مکان کی صورت دیکھ کر گھر والی کی بابت رائے قائم کرے گا۔ گو اس کا اپنا صاف ستھرا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور اگر صفائی نہ ہوئی، تو وہ پھوہڑ سمجھی جائے گی، لیکن مکان کا درست ہونا، اس سے زیادہ ضروری ہے، یہ بھی ضروری نہیں، کہ اگر اس کے پاس روپیہ نہ ہو، یا شوہر کی آمدنی تھوڑی ہے، تو گھر کو بالکل مغربی طرز پر سجائے، اور مجبور ہے کہ نہیں سجا سکتی، جیسی اس کی حیثیت ہو، اسی کے موافق گھر کو آراستہ کرنا چاہیئے اگر اس کے ہاں پچاس روپیے کا قالین نہیں ہے تو نہ سہی، میز کرسیاں

نہ ہوں نہ سہی، فرشی دری نہیں منگا سکتی، تو نہ منگائیے، جو کچھ میسر ہو اسی کو ٹھیک طرح رکھے، جھاڑو بہارو دیکر کوڑے کرکٹ سے پاک کرے، ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھے، فرش پھٹا ہو تو بلا سے مگر پھونڑ پینے سے دھبّے نہ پڑے ہوں، یہ خیال غلط ہے کہ گھر صرف روپے سے آراستہ ہو سکتا ہے عورت کا سلیقہ مفلسی ہی میں معلوم ہوتا ہے، امیر تو سب کچھ کر سکتا ہے، کرنا تو غریب ہی کا ہے، اور تعریف کی زیادہ مستحق وہی عورت ہے کہ باوجود غریب ہونے کے خود بھی میلی نہیں رہتی، اور گھر کو بھی درست رکھتی ہے، ایک عورت اگر ہزاروں کا زیور اور سینکڑوں کی پوشاک پہنے ہو مگر ناخن بڑے ہوں پاؤں پر میل ہو، دانت صاف نہ ہوں تو وہ اپنے دل میں جس قدر چاہے خوش ہولے مگر اس سے وہ عورت بہتر ہے کہ جو دھوبی کے دھلے سادہ کپڑے پہنے ہو اس کے دانت صاف ہوں، اس کے جسم پر میل نہ ہو۔

تجربہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جس بیوی کو خود اپنے صاف رہنے کا شوق ہوگا، وہ مکان بھی صاف رکھے گی، اور جو خود ہی میلی کچیلی رہے گی وہ گھر کو کیا صاف رکھ سکتی ہے۔ اس سے یہ اُمید بھی نہیں کہ وہ بچوں کو درست رکھ سکے۔ حالانکہ بچوں کا صاف رکھنا بھی گھر سے کم ضروری نہیں۔ یہ خیال کسی حالت میں توجہ کے قابل نہیں کہ مفلسی کچھ نہیں کرنے دیتی، اس کو اگر زیادہ نہیں تو پانی تو میسر ہے، جس سے وہ بچوں کا منہ دھلا سکتی ہے، غرض سب کچھ کر سکتی ہے، اگر کرنا چاہے، ہر ماں کو اپنے دل میں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ گو میں باہر نہیں نکلتی، اور لوگوں کے طعن و تشنیع سے

محفوظ ہوں مگر یہ سچے آئینے میں جن میں میری صورت صاف جھلک رہی ہے، اور میرے عیب وہنر الگ نظر آرہے ہیں۔

بچوں کی ابتری کا مردوں سے کوئی واسطہ نہیں، اس کی ذمہ داری ماؤں صرف ماہی پر ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ماں بچہ کے واسطے اتنی سخت ہو کہ بچہ کو اس کے جائز حقوق سے محروم کردے، اس کو کھیلنے، کودنے، ہنسنے رونے، بھاگنے دوڑنے کا حق قدرت نے دیا ہے، اور اسی پر اس کی نشوونما کا قریب قریب انحصار ہے، اگر اس کے جائز حق سے ماں کے انتظام میں کوئی فرق آتا ہے تو ماں کا یہ کام ہے کہ وہ زیادہ تکلیف اٹھائے، نہ یہ کہ اسکو محروم کرے، فرض کرو ایک ماں کو گھر کا مختصر صحن میسر ہے، جس میں اس نے جھاڑو دے کر صفائی کی۔ لیکن بچہ کے کھیلنے کا وقت ہے اس کی وجہ سے کوڑا ہوگا، ماں کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کا کھیل روک دے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ کھیل کے بعد پھر جھاڑو دے یا دلوائے۔

انگلستان کی ایک مشہور شاعرہ جارجیا نے اس مضمون پر ایک نظم لکھی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے:۔

ایک خاموش گھر میں جہاں ماں اور باپ دونوں خاموش ہیں، قدرت کی ایک ہستی ایک چھوٹا سا بچہ پرورش پا رہا ہے، مگر اس لئے کہ ماں اور باپ اور دونوں خاموش ہیں اور گھر کا کونہ کونہ خاموش ہے، اس گھر کے زمین اور آسمان کو خاموش رہنا چاہیئے، چنانچہ یہ بچہ بھی خاموش ہے۔

اس خاموش گھر میں خاموش ماں باپ سنجیدہ ہیں ایسے سنجیدہ اور غیور کہ زندگی ان کو ہنسنے کی کم فرصت دیتی ہے، یہاں ہر چیز سنجیدہ ہے چنانچہ یہ بچہ بھی ہنسنے اور رونے سے محروم ہے۔

اس خاموش اور سنجیدہ گھر میں عقلمند ماں کائنات کے مطالعہ میں ہر وقت مصروف ہے، اسکو اتنی فرصت نہیں کہ دوسرے وقت گھر کو جھاڑ سکے۔

صبح کی جھاڑو کے بعد خاموش اور سنجیدہ گھر صاف ستھرا ہونا چاہیئے اس لئے وہ بچہ بھی کھیلنا اور کودنا نہیں جانتا۔

خزاں کے موسم میں جب بڑے بڑے درخت مرجھا رہے تھے، اور پتے اپنی شاخوں سے جدا ہوکر زمین کی آغوش میں پہنچ رہے تھے، اس پتے کی طرح جس کو ہوا کے تیز جھونکوں نے گرایا، اور زمین نے اپنی گود میں لیا، موت کے فرشتے نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس بچہ کو اٹھا کر جنت میں لے گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کے معنی یہ نہیں ہیں، کہ سختی اور ظلم سے ان کی خواہشوں کو تکمیل تک نہ پہنچایا جائے، ان کی خواہشات کا پورا کرنا ماں کا فرض ہے۔

باورچی خانہ

یہ یقین کرنے کے بعد کہ باورچی خانہ کا تعلق ہماری صحت سے بہت زیادہ ہے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم باورچی خانہ کے انتظام پر خصوصیت سے متوجہ ہوں۔

نئی دُلہن کو اپنے گھر میں پہونچکر اور بہت سی باتوں کا اہتمام کرنا ہے وہاں باورچی خانہ بھی اس کی توجہ اپنی طرف کھینچے گا۔

ہم کو اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ جو نوکر باورچی خانہ میں کام کرتے ہیں اُن کے بیٹھنے اوٹھنے کیواسطے ہمارے باورچی خانہ میں کافی جگہ ہے یا نہیں ہے۔ اگر نہیں ہے تو ظاہر ہے۔

اچھا کام کرنے والے تکلیف سے اکتا کر چلدیں گے اور ان کی جگہ ایسے لوگ آئیں جو کام کو بالکل خراب کریں۔ یہ معمولی حیثیت کے لوگ ہوں گے اور ایسا ہی ان کا کام بھی ہو گا۔

یہ ضرور نہیں ہے کہ باورچی خانہ کا کمرہ بہت وسیع یا اچھے سامان

سے آراستہ ہو بلکہ ضروری یہ ہے کہ وہ ہر ضرورت کو رفع کر سکے۔

اب یہ دیکھو کہ باورچی خانہ کی چاروں دیواریں روزانہ اچھی طرح دھل کر صاف ہوا کریں، اور سال میں دو دفعہ ان پر رنگ پھیرا جاوے۔

باورچی خانہ کا فرش بڑی توجہ کے قابل ہے جو پختہ ہونا چاہیئے۔ اور ہر حال میں دھوسنے کے قابل ممکن ہو تو لکڑی کا ہو جو آسانی سے صاف ہو سکے۔ یہ احتیاط لازمی ہے کہ خاک اُڑ کر باورچی خانہ میں نہ آنے پائے دروازوں اور کھڑکیوں پر ایسی چیزیں پڑنی چاہئیں وہ خواہ چلمنیں ہوں یا پردے۔ جو ہوا کو اندر آنے سے نہ روکیں۔ مگر خاک کو اندر داخل نہ ہونے دیں۔

کھانا پکانے والے مرد، بیویاں، عورتیں، ہر وقت صاف ستھرے اور اچھے لباس میں رہیں اور یہ انتظام ہو سکے تو بہت ہی اچھا ہے، کہ باورچی کھانے کو ہاتھ لگانے سے پہلے غسل کرے اور پھر کھانا پکانے میں مصروف ہو۔ صافی ہرگز میلی نہ ہونی چاہیئے اور یہ بھی لباس کی طرح صاف شفاف ہو اسی طرح برتن بھی اگر بے قلعی اور میلے ہوں گے تو کھانا خراب پکنے کے علاوہ صحت پر اچھا اثر نہ کریں گے۔ پانی جو باورچی خانہ میں استعمال ہو ممکن ہو تو فلٹر کیا ہوا ہو ورنہ گھر کی بیوی کا اس کی ذمہ دار ہے کہ پانی میلا خراب اور ناقص نہ ہو۔

رنگ اور صحت قائم رکھنے کی تدبیر

یہ تو سب جانتے ہیں کہ جب تک انسان صحت کا لحاظ نہ رکھے ہرگز تندرست نہیں رہ سکتا۔ اچھی صاف اور مقوی غذا ورزش پانی ہوا تندرست رکھنے کے واسطے ضروری چیزیں ہیں، مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک جسم کے اندر کے حصے صاف نہ رہیں گے صحت درست نہ رہے گی۔ اور یہی وہ چیز ہے جو ہمارے رنگ روپ اور تندرستی کی جڑ ہے۔ ہمارے چہرے کے رنگ کا دارومدار خوراک پر ہے۔ اگر ہم ایسی چیزیں کھائیں جو بہت مشکل سے ہضم ہوں تو یقیناً ہم روز بروز دبلے اور زرد ہوتے جائیں گے۔ زیادہ آگ سینکنا اور آگ کے پاس بیٹھنا صحت اور رنگ دونوں کے لئے مضر ہے۔

ایک فرانسیسی مثل ہے کہ صفائی دوسری خدائی ہے۔ وہ عورت جو روزمرہ نہاتی ہے اور اپنے جسم کے مسامات بند نہیں ہونے دیتی نہ صرف تندرست رہے گی بلکہ اپنے رنگ کو بھی قائم رکھیگی اور بڑھاپا

جلد حملہ نہ کریگا جسم کی غلاظت کو دُور کرنے کے لئے خواہ اندرونی ہو یا بیرونی پانی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔صبح کے وقت ایک گلاس پانی بھوڑا سا لیموں کا عرق ملیریا کے موسم میں دن بھر خوش رکھنے کا بہترین نسخہ ہے۔اگر سورج کی تیزی سے چہرہ سنولا جائے تو لیموں کا عرق رات کو سونے سے پہلے ملنا مفید ہوگا۔اور اگر تازہ دودھ اس میں ملایا جائے تو اور بھی اچھی چیز ہے۔جب موسم گرم یا خشک ہو تو گرم پانی کا استعمال ورزش کے بعد اس طرح کہ اس میں لیموں کا عرق یا دو چار قطرہ سرکہ ڈالا جائے مفید ثابت ہوا ہے۔اسی طرح مینہ کے پانی سے مُنہ دھونا بھی بہت ہی اچھا ہے جو رنگ کو خراب نہ ہونے دیگا۔

سنہ ۱۹۱۱ء

کل جاڑے کی رات تھی اور سردی شدّت سے پڑ رہی تھی میں نے ارادہ کیا کہ کل سے از سرِ نو زندگی شروع کرونگی۔جاڑا کٹ گیا بہار آگئی۔اور میں ویسی ہی سُست رہی۔گرمی آنے کو تھی میں نے کہا کل ضرور کام شروع کرونگی گرمیاں گذر گئیں مگر میں نہ بدلی، اسی طرح مہینے اور برس گذر رہے ہیں اور میں کل کہہ کہہ کر ٹال رہی ہوں، مگر موت میرے سر پر کھڑی ہنستی ہے۔اور کہتے رہے۔ہاں ہاں بیشک کل!

سنہ ۱۰ء

خوبصورتی کا نسخہ

ایک انگریزی خاتون نے اس عنوان سے کہ "خوبصورت کس طرح ہو سکتے ہیں"۔ حال میں ایک دلچسپ اور مفید مضمون لکھا ہے جس کو دیکھکر بساختہ خاتون موصوف کی داد دینی پڑتی ہے یہ مضمون اس قابل ہے کہ ہر لڑکی اور ہر عورت اسکو توجہ سے پڑھے اور عمل کرے۔

جس طرح ہمکو دنیا میں تندرست رہنے کی ضرورت ہے اسی طرح خوبصورت بننے کی بھی، کون ایسا ہوگا جسکو خوبصورت ہونیکی خواہش نہو یہ خواہش کچھ عورتوں ہی پر موقوف نہیں، مرد بھی اسمیں شریک ہیں، لیکن مجھے اسوقت صرف اپنی ہمجنسوں سے بحث کرنی ہے۔

بہنوں تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری صحت کا دارومدار خون پر ہے اور خوبصورتی کا صحت پر۔ اگر ہمارے خون میں کوئی خرابی نہیں اور ہم تندرست ہیں، تو ہم کو خاصا خوبصورت ہونا چاہئیے۔ میں نے خاصے خوبصورت ہونیکا لفظ استعمال کیا ہے۔ آؤ پہلے خوبصورتی ہی کے معنی سمجھ لیں یہ تو مشکل ہے کہ میں اس مختصر مضمون میں خوبصورتی کے پورے معنی بتا سکوں، مگر یوں

سمجھو کہ دوسروں کو اچھا معلوم ہونا ہی خوبصورتی ہے۔

ہاں تو خالہ سے خوبصورت ہونے کا مطلب کیا ہوا؟ خوبصورتی کے معنی یہ ظاہری شکل وصورت ہی نہیں ہیں بلکہ عادات واطوار وغیرہ وغیرہ بھی ایک بڑی خوبصورتی ہے۔

آنکھیں خواہ کتنی ہی بڑی چمکیلی اور خوشنما کیوں نہ ہوں لیکن اگر انہیں شرم وحیا مروّت رحم نہیں تو ان سے وہ آنکھیں بہت بہتر ہیں جو چھوٹی اور بدنما ہوں مگر اُن سے حیا ووفا اور رحم ٹپک رہا ہو۔ سچ پوچھو تو آنکھیں آدمی کے دل کا آئینہ ہیں، اور وہ اچھی طرح اس آئینہ میں نظر آرہا ہے۔ ہم صرف ایک شخص کی آنکھ دیکھ کر وہ مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ اگر بچہ بھی ہو تو بتادینگے کہ ان آنکھوں میں کیا کیا عادتیں چھپی ہوئی ہیں۔

ایک دفعہ میری چند ملنے والیاں آنکھوں کی خوبصورتی پر بحث کر رہی تھیں، ایک نے نیلی آنکھیں پسند کیں، دوسری نے چمکدار، تیسری نے بھوری اور اسی طرح سب نے اپنی اپنی رائے دی۔ لیکن ایک بیوی جو اب تک چپکی بیٹھی تھیں یوں کہنے لگیں ا۔

افسوس میں رنگ کو پسند نہیں کرتی آنکھیں نیلی ہوں یا پیلی بھوری ہوں یا کالی لیکن آنکھیں وہی آنکھیں ہیں جن میں عنایت ومروّت بھری ہو، میں خیال کرتی ہوں اس کی رائے بہت اچھی تھی کیوں لڑکیوں ٹھیک ہے نا؟ آنکھ کیسی ہی خراب ہو کتنی ہی چھوٹی بیاساور بُری کیوں نہ ہو لیکن اگر اُس میں رحم کھیل رہا ہے انسانیت مسکرا رہی ہے تو وہ بڑی سے بڑی

اور خوبصورت سے خوبصورت آنکھ سے بھی بہتر ہے۔

اب آنکھوں کے بعد ہونٹ اور چہرے کو لیں یہ تو سب کو معلوم ہے کہ صاف اور خالص خون ہونٹوں اور چہرے کو خوبصورت بناتا ہے۔ اور اگر اس میں کوئی خرابی نہو تو سخت سردی میں بھی وہ تکلیف نہ پہونچائیگا کیونکہ جاڑے میں بعض لڑکیوں کے ہاتھ پاؤں ہونٹ وغیرہ پھٹ جاتے ہیں لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں ہی سے مشابہ کیوں نہوں مگر وہ خوبصورت کہلائے جانے کے اس وقت تک مستحق نہیں جب تک انسانیت ہمدردی اور خُلق کے الفاظ نہوں۔ میں اسباب کو اچھی طرح جانتی ہوں کہ جب تک چہرے پر خون موجود ہے یہ بظاہر اچھا معلوم ہوگا۔ سمجھدار بیٹیوں یہ وقت ہمیشہ رہنے والا نہیں بچپن اور جوانی چند روزہ مہمان ہیں یہ بہت روز تک ساتھ نہ دیں گے اس لئے جسمانی خوبصورتی سے روحانی خوبصورتی زیادہ قدر کی چیز ہے۔ اگر ان ہونٹوں سے ایسی باتیں نکلیں جو اوروں کو فائدہ پہنچائیں، اور کسی کی تکلیف کا باعث نہ ہوں تو یہ سچ مچ کے گلاب کے پھول ہیں اور کیسے پھول جو کبھی نہ مرجھائیں گے۔ دنیا میں نہ بھی ہوں گے تو ان کی خوشبو موجود ہوگی۔ یہ خاموش بھی ہوجائیں گے تو دنیا ان سے مہکی ہوئی ہوگی۔

اچھی خوراک تازہ ہوا۔ ورزش وغیرہ تم کو تندرست رکھنے کی چیزیں ہیں، کپڑا زیور وغیرہ تمہاری ظاہری خوبصورتی کے سامان ہیں لیکن میں اپنی پیاری بیٹیوں اور بہنوں سے اتنا کہتی ہوں کہ جہاں خوراک کیواسطے یہ سنہری اُصول یاد رکھنا لازم ہے کہ جب بھوک لگے تو جو کچھ میسّر ہو اور

اور جتنا کھا سکو کھاؤ۔ اور جب بھوک نہ ہو تو سونے کا نوالہ بھی ہو تو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھو۔ وہاں خوبصورتی کے لئے یہ بھی غور کرنے کے قابل بات ہے کہ حُسنِ ظاہری سے زیادہ حُسنِ باطنی کا لحاظ رکھو جسمیں تیل پھلیل۔ عطر سرمہ کاجل کی طرح خرچ بھی نہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میری پیاری لڑکیاں اور بہنیں خوبصورتی کے اس نسخہ کا ضرور استعمال کریں گی۔

سنہ ۱۹۱۰ء

عورت چالیس سال کی عمر میں۔ ایک ڈاکٹر کی رائے ہے کہ عورت کا سب سے اچھا وقت چالیس برس کی عمر ہے۔ بعض عورتیں زندگی کے صرف دو حصے سمجھتی ہیں جوانی یا بڑھاپا اور جب وہ چالیس برس کی عمر پر پہونچتی ہیں تو اپنے تئیں اس طرح غارت کر دیتی ہیں کہ یا تو یہ کوشش کرتی ہیں کہ انکی عمر بیس پچیس برس کی معلوم ہو یا یہ چاہتی ہیں کہ وہ بڑھیا سمجھی جائیں حالانکہ نہ وہ ہو سکتی ہیں نہ یہ۔ خواہ بچہ ایک بھی نہو مگر وہ لڑکیوں میں شمار نہیں ہو سکتیں اور چاہے دادی نانی ہی بن گئی ہوں تو بھی وہ بڑھیا نہیں ہیں چالیس برس کی عورت اکثر تیس برس کی عورت سے زیادہ خوش رہتی ہے کیونکہ اس نے اپنی زندگی کے سیدھے رستے پر چلنا سیکھ لیا ہے ایک فرانسیسی مصنف کا بیان ہے کہ زندگی اچھی طرح بسر کرنے کیواسطے عورت کو جو کچھ معلوم کرنا چاہیئے وہ چالیس برس کی عمر میں معلوم کر لیتی ہے وہ خوب سمجھتی ہے کہ آیندہ زندگی کو خطرات سے بچانے کیلئے کیا ضرورت اس نے گذشتہ بیس پچیس برس میں ملنے والوں کے دلوں میں ایسے بیج بوئے ہیں جن کے پھل وہ اب آیندہ کھائے گی۔

سنہ ۱۹۱۰ء

بے خوابی کا علاج

بیخوابی یعنی نیند نہ آنیکا مرض دماغ کیوجہ سے ہوتا ہے۔ ایک مشہور ڈاکٹر بہت سی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے کہ اس مرض سے نجات پانے کی آسان تدبیر جو کسی حال میں خالی نہیں جاتی یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھیں کھلی رکھے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خیالات کے ہجوم سے نیند اڑ جاتی ہے پھر لاکھ کوشش کرو اور آنکھیں بھینچ بھینچ کے پڑو نہیں آتی بلکہ آنکھیں بند کرنے سے خیالات اور بھی جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کا سب سے بہتر علاج آنکھیں کھلی رکھنا ہے۔

یہ فرانسیسی حکیم کہتا ہے کہ اگر بے خوابی کا مریض اپنی آنکھیں کسی روشنی کی جھلک پر جمائیں یا اندھیرے پر بھی جا لیگا تو اپنے دماغ کو ان خیالات سے جو پراگندہ کر رہے ہیں بچا سکتا ہے۔

اگر تم کو یہ شکایت ہے تو بچھونوں پر لیٹ کر اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ اور کسی اصلی یا خیالی چیز پر جا لو پھر دیکھنا تمہیں خبر بھی نہ ہو گی نیند غلبہ کریگی اور آنکھیں خود بخود مچ جائیں گی۔

سنہ ۱۹۱۰ء

عورت اور اُس کی ضرورتیں

ایک انگریزی رسالہ کی نامہ نگار ڈاکٹر ونتیبو ہال کی اس کتاب پر جو صاحب ممدوح نے مرد کی ضرورتوں کے نام سے حال میں لکھی ہے اور جس کے آخر میں اس بات کا افسوس کیا ہے کہ عورتوں کی ضروریات کا زیادہ لحاظ نہ کیا گیا۔ بحث کرتی ہوئی اس نتیجہ پر پہونچتی ہے کہ ان ضرورتوں میں عورتیں اور مرد برابر کے شریک ہیں اور بعض میں عورتیں مردوں سے بالکل علیحدہ ہیں۔

نامہ نگار موصوف لکھتی ہے "سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مرد کن کن معاملات میں عورت سے مختلف ہے۔ ظاہر ہے کہ عورت کی ساخت مرد سے بالکل علیحدہ ہے۔ علاوہ ازیں وہ دماغی، روحانی اور اخلاقی قوتوں میں بھی مرد سے مختلف ہے اس میں خودداری کا مادّہ توجہ کو زیادہ دیر تک قائم رکھنے کی طاقت اور جو خیالات دماغ سے علیحدہ ہو چکے اُن کو پھر جگہ دینے کی قوت مرد کی بہ نسبت کم ہے۔ تاہم اس میں مؤثر ہونے کی قوت اور واقعات کو یکجا کرنے کی طاقت مرد سے زیادہ ہے۔ گو اس میں موجودہ رسوم کے

مقابلے کی طاقت کم ہو لیکن جدت پسندی اس کی طبیعت میں ضرور ہے گو اخلاقی دائرہ میں وہ قابل ترجیح نہ ہو لیکن وہ گھر پر جان چھڑکنے والی ہے غصہ کے وقت وہ کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو لیکن وہ بہت متحمل مزاج ہے۔ وہ خود پسند ہو مگر شیخی خوری نہیں ہے وہ زیبائش کی دلدادہ ہے مگر خود غرض نہیں ہے گو اس میں نخوت زیادہ ہے لیکن ہمدرد ہے۔

اس اختلاف کو ظاہر کرنے کے بعد اب مجھکو ناظرین کے سامنے عورت کی ضرورتیں بیان کرنی چاہئیں۔ ڈاکٹر ہال نے پہلی ضرورت خوراک بیان کی ہے عورت کو سخت، دیر ہضم، اور زیادہ مرغن غذا کی ضرورت نہیں کیوں کہ اس کو زیادہ تر اپنی زندگی بیٹھ کر بسر کرنی پڑتی ہے۔ جس بات کا سب سے زیادہ لحاظ رکھنا چاہیئے وہ اعتدال ہے۔ اگر عورتیں اس اصول پر عمل کرنے لگیں کہ جس قدر کم اور جس قدر سادگی سے تم کہ اسکو کھاؤ تو بہت سی دقتیں رفع ہو جائیں اور وہ پوری تندرستی کا لطف اٹھائیں۔ کھانے کے اوقات کی پابندی سخت لحاظ کے قابل ہے۔ اور دوسرا وقت آنے سے پہلے یعنی بیچ میں ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ کیونکہ ہضم کرنے والے اعضا کو بھی آرام کی ضرورت ہے۔ عورت کی دوسری ضرورت صفائی ہے۔ گھر اور خصوصاً سونے کے کمرے بالکل ستھرے رہنے چاہئیں۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ کھلی ہوئی ہوا سے زکام ہوتا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ بیماری کی وجہ اکثر میلے بچھونے اور خراب ہوا کے گھر ہوتے ہیں۔ روزمرہ ہمارے گھر کی ہوا پاک اور کمرے صاف ہونے چاہئیں۔ گھر اسباب، غالیچے، بچھونے، فرش وغیرہ ہر وقت

نہایت خراب مادہ جذب کرتے رہتے ہیں، اور اگر ان کو ہوا نہ دی جائے اور یہ صاف نہ کئے جائیں تو نہایت خطرناک ثابت ہونگے۔ صفائی کا لحاظ کمرے اور اسباب ہی کیواسطے ضروری نہیں بلکہ اتنی ہی ضرورت لباس اور خوراک کی صفائی اور پاکیزگی کی ہے۔ کپڑے جو ہم پہنتے ہیں وہ صاف شفاف ہونے چاہئیں خصوصاً وہ جو ہمارے جسم کے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ میلے کپڑے پہننے والے پر اکثر بیماریاں لاتے ہیں۔ خوراک جو کھائی جاتی ہے، پانی جو پیا جاتا ہے، وہ برتن جس میں کھانا پکتا ہے، وہ برتن جنمیں پانی رہتا ہے سخت احتیاط کی چیزیں ہیں۔ پانی کو پینے سے پہلے اچھی طرح جوش دیکر چھاننا چاہیئے۔ پکا ہوا پانی ہمیشہ ڈھکا رہنا چاہیئے۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے کیڑے اور خاک وغیرہ ہوا کے ذریعہ سے آسکتے ہیں۔ باورچی خانہ میں ہمیشہ جھاڑو ملتی رہنی چاہیئے اور وہ غلاظت سے صاف رہنا چاہیئے۔

اس کے بعد لباس کا رنگ قابل بحث ہے۔ ہر عورت کو وہ رنگ پسند کرنا چاہیئے جو اس کے اپنے رنگ کے موافق ہو یہ نہیں کہ چمکیلا اور بھڑکدار کپڑا ضرور اس کو اچھا معلوم ہوگا۔ لباس جہانتک ہو سادہ ہونا چاہیئے کیونکہ فیشن محض ایک بیوقوفی بلکہ ایک جرم ہے۔ عورت کو لباس ایسا پہننا چاہیئے جو نہ صرف اسی کو اچھا معلوم ہو بلکہ دوسروں کو بھی۔ کھائے من بھاتا اور پہنے جگ بھاتا۔ المختصر جسمانی صحت اور جسمانی موافقت سب سے زیادہ قابلِ غور ہے۔

غالباً اس سے سب متفق ہونگے کہ محنت یا کام کاج صحت کیواسطے

ضروری چیز ہے کیونکہ محنت زندگی کو خوش رکھنے کا پہلا اصول ہے۔ محنت ہر قوت کو کام میں لانے کا نام ہے اور کوئی قوت جبتک اس سے کام نہ لیا جائے قایم نہیں رہ سکتی۔ محنت کا نتیجہ خوشی ہے سستی کسی کے واسطے مفید نہیں ہوسکتی سستی گمراہ کرتی ہے۔ کیونکہ شیطان کو کاہلوں کے ساتھ شرارت کرنیکا موقعہ زیادہ ملتا ہے۔ عورت کو گھر میں کسی قسم کی مشقت سے جی نہ چرانا چاہیئے۔ کسی عورت کا یہ عذر معقول نہیں ہے کہ اس کے پاس کوئی کام ہی نہیں اس کے واسطے کافی کام ہیں بشرطیکہ وہ کرنا چاہے اور دلکو ادہر متوجہ کرے۔ بعض بیچاریاں اپنی ضرورت کی وجہ سے محنت مزدوری کرتی ہیں لیکن جو خوشحال ہیں گو ان کو معاش کے واسطے مشقت کی ضرورت نہیں لیکن میری رائے ہیں ان کو خودغرض زندگی نہ بسر کرنی چاہیئے۔ بلکہ دوسروں کے واسطے محنت کریں تاکہ وہ یہاں بھی اپنا فرض ادا کریں اور خدا کے ہاں بھی سرخرو ہوں۔

اب جو ضرورت پیش آتی ہے وہ علم ہے اور محض کتابی علم بیسود ہے وہ بالکل ایک گدھے پر لدا ہوا بورا ہے۔ جو تھوڑی دیر کے لئے بھر گیا ہے مگر جلد خالی ہو جائے گا۔ عورت خواہ کتنے ہی اعلیٰ امتحان پاس کرلے تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس کے مقابلہ ہیں جس نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا ضرور بہتر ہوگی۔ عورتوں کو ان تمام باتوں کا علم ہونا چاہیئے جو ان کے چاروں طرف پیش آرہی ہیں۔ کتابیں علم ہیں تھوڑی سی مددگار ہوسکتی ہیں لیکن زیادہ علم نہیں بہم پہونچا سکتیں۔ عورت کا علم کامل ہونا چاہیئے۔ میری مراد یہ ہے

وہ صرف پڑھی لکھی ہی نہ ہو بلکہ بیوی ہونے کے قابل ہو علم وہنر سے آراستہ پکانے کے قابل، خانہ داری کا انتظام کرنے کے لائق، کفایت شعار، حساب کتاب رکھنے والی۔ دور اندیش اور تمام ضرورتوں سے اچھی طرح آشنا۔ وہ جہاں انتظام کر سکے وہاں دوسروں کو سکھا بھی سکے تاکہ بیوی ہونے کا وقت اور ماں بننے کے دن اس کی زندگی کا کامیاب زمانہ ہو۔

سب سے آخر اور سب سے بڑی ضرورت عورت کو سچے مذہب کی ہے جو ضرورتیں اوپر بیان ہوئیں یہ ان سے زیادہ ضروری اور لازمی ہے سچے مذہب سے اچھی عورت کے واسطے کیا ضرورت ہوگی؟ گناہ کا سرزد ہونا۔ اس سے زیادہ ممکن ہے کیونکہ اس کی طبیعت قدرتی طور پر کمزور ہے اور اسمیں راغب ہونے کا مادہ زیادہ ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ عورتیں پاک صاف زندگی بسر کریں، اور جس وقت موت ان کے دنیوی تعلقات کا خاتمہ کردے تو اپنے خالق کے حضور میں خوش وخرم حاضر ہوں۔

سنہ ۱۹۱۰ء

بچہ کا پہلا سال

بچہ کی صحت کیواسطے سب سے زیادہ ضروری خیال ماکو اس کے وزن کا رکھنا چاہیئے صرف وزن ہی وہ چیز ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اسکی صحت درست ہے اور قوت ہاضمہ میں کسی قسم کی خرابی نہیں یہ ممکن ہے کہ اگر اس کو صرف ما کا دودھ دیا جارہا ہے تو وہ اسقدر نہ ہو جس قدر اسکو چاہیئے اور اس کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ دودھ کافی اور اچھا نہیں۔ اس موقع پر گائے کے دودھ اور دوسری قسم کے مصنوعی دودھ وغیرہ کے سوال پر غور کرنا اور طبیب سے مشورہ لینا چاہیئے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر بچے کے وزن میں روزانہ ترقی نہیں ہورہی تو یقیناً اسکی صحت میں کوئی خرابی ہے اور وہ فوراً دور کرنی چاہیئے۔

بچوں کا معمولی وزن پیدایش کیوقت لڑکے کا ½۷ پونڈ اور لڑکی کا ۷ پونڈ ہوتا ہے یہ وزن بعض حالات میں مختلف ہوتا ہے لیکن ایک بچہ کا وزن اگر پیدائش کے وقت دس پونڈ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اس بچہ سے جسکا وزن ½۶ ہے زیادہ تندرست ہو۔

بچہ کی صحت کا دارومدار صرف اس شے پر ہے جو اس کے پیٹ میں پہونچتی ہے۔ یعنی ہوا۔ اور دودھ۔ یہ واقعہ ہے کہ جو بچہ ما کے اچھے دودھ سے پرورش پا رہا ہے۔ اس کی صحت اس بچہ سے جو گائے کے یا دوسری

قسم کے دودھ سے پل رہا ہے بہتر ہو گی۔

ہندوستانی مائیں شاید بچے کے وزن پر ہنسیں کیونکہ وہ اس کی عادی نہیں۔ لیکن وہ یہ سنکر روئیں گی کہ جہاں یہ احتیاط کی جاتی ہے وہاں بچوں کی اموات ۱۵ فیصدی سے بھی کم ہے۔ اور یہاں ۲۵ سے بھی زیادہ۔ کہا جاسکتا ہے کہ جب ہندوستان میں ان باتوں کا چرچا ہی نہ تھا تو کیا بچے زندہ نہ رہتے تھے۔ لیکن اس کہنے کے ساتھ ہی یہ بھی سننا پڑے گا کہ اس وقت تعداد اموات بعض حالات میں تیس فی صدی سے بھی بڑھ جاتی تھی اور ان ہی باتوں نے اس وقت گھٹا کر پچیس کر دی ہے۔ اور اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو دس فی صدی کی تخفیف اور ممکن ہے۔

سب سے اچھا وقت بچہ کے وزن کرنے کا شام کے بعد گرم پانی سے نہلا کر اسپنج سے صاف کرنے ہے جس میں مشکل سے آدھا منٹ صرف ہوگا۔ موسم سرد ہو تو یہ احتیاط کرنی چاہئیے کہ وزن کے وقت اس کے پاس آگ کافی ہو۔

ہفتہ پیدائش کے پہلے تین چار دنوں میں بچہ کا وزن کم ہو جانا ممکن ہے۔ لیکن ہفتہ کے آخر تک اس کا وزن کم از کم اتنا ضرور ہو جانا چاہئیے جتنا پیدائش کے وقت تھا۔ اس وقت سے چار مہینہ کی عمر تک چھ اونس ہر ہفتہ میں بڑھنا چاہئیے۔ عام طور پر پانچ مہینہ کی عمر میں وزن دگنا ہو جاتا ہے اور سال کے خاتمہ پر قریباً تگنا۔

نقشہ ذیل سے تندرست بچہ کا وزن معلوم ہو سکتا ہے

عمر	وزن	بلندی	ان ایام میں ترقی ہفتہ وار اوسط
پیدائش کے وقت	۷ پونڈ ۸ اونس	۲۰ انچ	
چودہ روز	۷ پونڈ ۱۴ اونس	۲۰½ "	۶ — ۷ اونس
ایک مہینہ	۸ پونڈ ۱۰ اونس	۲۱ "	" " "
تین مہینہ	۱۲ پونڈ ۸ اونس	۲۳ "	۶ اونس
چھ مہینہ	۱۵ پونڈ ۸ اونس	۲۵ "	۴ "
نو مہینہ	۱۸ پونڈ ۸ اونس	۲۶½ "	۳ "
ایک سال	۲۱ پونڈ ۱۰ اونس	۲۸ "	۲ "

اگر بچہ کا وزن اس نقشہ کے موافق ترقی نہ کرے تو ماکو ان باتوں پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی چاہیئے۔

گھر کے باہر کی تازہ ہوا جس قدر زیادہ ممکن ہو بچہ کے پیٹ میں پہونچائی جائے۔ مرچیں جن کی وجہ سے بچوں کو دست آتے ہیں بالکل چھوڑ دو۔ بچہ کو خاموش رکھو اور زیادہ سونے دو۔

بچوں کے وزن کرنے کے کانٹے تمام بڑی بڑی دوکانوں پر ملتے ہیں۔ ایک پونڈ قریب آدھ سیر ہوتا ہے۔

سنہ ۲۰ء

زینۂ تربیت کی پہلی سیڑھی

یہ مضمون انگلستان کے مشہور رسالہ "بچوں کی دنیا" کا ترجمہ ہے۔
جس پر بقدر ضرورت اسلامی رنگ چڑھایا گیا ہے ۔

ایک فلاسفر کا مقولہ ہے کہ سات برس کی عمر تک بچہ کو ہم کو دیدو اور اس کے بعد تم جانو اور تمہارا کام اس سات سال میں بچہ جو کچھ سیکھ لیگا وہی اس کو تمام عمر کرتا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ طاقتور درخت اور خوشنما پودے اپنی زندگی قائم رکھنے کے واسطے پہلے اپنی جڑیں مضبوط کرتے ہیں اور جس طرح والدین بچوں کی تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں اسی طرح مختلف ہوائیں ان کی اس کوشش میں مدد دیتی ہیں۔ ایک تجربہ کار ماں نے کیا اچھی بات کہی ہے کہ سات برس تک بچہ کی طبیعت موم کی طرح ہے کہ جیسا جی چاہے اثر ڈال لو۔ اور اس کے بعد عمر کی ترقی کے ساتھ لوہا ہی جو بالآخر فولاد کی خاصیت اختیار کر لے ۔

عمر گذشتہ کی بیسیوں باتیں ہیں جن کا کبھی خیال بھی نہیں آتا اور

ضرورت کے وقت بھی بعض ذہن میں نہیں آتیں - مگر جس گھر میں ہوش سنبھالا تھا اس کی پیاری دیواریں آس پاس کے درختوں کے پتے پتوں کی کاناپھوسی وہ گلیاں اور میدان جہاں کھیلے وہ خاک اور مٹی جہاں لوٹے آجتک یاد ہیں - اور جب تک دماغ کی قوت بیکار نہ ہو یاد رہیں گے - یہ ہی ہے وہ قوت حافظہ جو آخر وقت تک ان باتوں کو فراموش نہ ہونے دیگی -

دینی اور دنیوی دونوں قسم کی تعلیم کے مختلف طریقے ہیں مگر تربیت میں ایک ضرورت ایسی ہے کہ وہ دونوں پر غالب آسکتی ہے یہ ہی ہے وہ چیز جو ادہر کیرکٹر بنادے گی - اور ادہر جنت کے دروازوں تک پہونچائیگی یہ اس غیر معمولی طاقت کا یقین ہے جو ابدی روز ازلی ہے -

والدین کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ جس قدر دیکھ کر سیکھتا ہے اتنا سُنکر نہیں سیکھتا - اس لئے ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے گردوپیش ہر وقت خدائی طاقت کے زبردست آثار دیکھتا رہے - اس کی آنکھیں دیکھیں کہ ماباپ پانچوں وقت خدا کے حضور میں حاضر ہورہے ہیں - اس کے کان سُنیں کہ چھوٹے بڑے بہن بھائی کتاب مقدس کی آیتیں تلاوت کررہے ہیں - گھر کھانے کا دسترخوان، سونے کا پلنگ، کھیلنے کا میدان ہر چیز اگر اس کو حاکم حقیقی کی عظمت کا یقین دلائے تو ممکن نہیں کہ اس کی زندگی پر کبھی بھی کوئی دھبہ لگ سکے -

وہ دیکھے گا کہ گھر کے آدمی کس ادب اور عجز سے کلام الہٰی کو ہاتھ

لگا رہے ہیں۔ اس کو بے وضو چھوتے نہیں۔ اپنے سے اونچی جگہ رکھتے ہیں۔ تو ممکن نہیں کہ اس کے دل پر اس کا اثر نہ ہو۔

مختصر یہ کہ اگر بچہ اپنے والدین اور بڑے بھائی بہنوں کو مذہب کا پابند دیکھے گا اور گھر میں اس کو ایسی ہستیاں نظر آئیں گی جو خدائے مقدس سے ڈر رہی ہیں تو اس کی زندگی وہ زندگی ہو گی جس پر تمام خاندان فخر کرے گا۔ ورنہ حاصل دین نہ حاصل دنیا۔ اور اس کی ذمہ داری والدین اور صرف والدین پر ہو گی۔

اُمید ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد ہمارا وہ گروہ جو قدامت پر لعن طعن کرتا ہے اور مرنے والی عورتوں کے اس فعل کو کہ وہ بچہ کے پاس کلام الٰہی اور درود شریف وغیرہ رکھ کر خود نماز اور وظیفہ میں مصروف ہو جاتی تھیں جہالت نہ سمجھے گا بلکہ اس کی غایت اصلی پر غور کرے گا۔

سنہ ۳۰ء

عورت جب ماں بنی

شادی کی ناپائیدار خوشیاں فنا ہو جانے کے بعد جب وہی گھر جس کے در و دیوار دلہن کے استقبال میں اپنی انتہائی مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک نئے مہمان کے داخلہ کا منتظر ہوتا ہے تو ایک سال کی دلہن کے کان پہلونٹی کے بچے کی پیدایش پر مبارکباد کے الفاظ سنتے ہیں اور اسکی آنکھیں اپنے آغوش میں ایک معصوم ہستی کو دیکھ کر قدرت کی ایک عجیب دولت سے مالامال ہوتی ہیں۔ ٹھیک اسی وقت جب شفقت مادری کا پہلا جذبہ اس ماں کے دل میں لہرلے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ آج قدرت نے وہ خدمت میرے سپرد کر دی ہے جس کے واسطے میں پیدا کیگئی تھی۔

اس بچہ کی پرورش مچھلی کا بھوننا یا پلاؤ کا تیار کرنا نہیں ہے کہ اگر بگڑ گیا تو خانساماں پر غصہ آیا اپنے پھوڑ پنے کے افسوس نے معاملہ ختم کیا۔ اس بچہ کی تربیت ماں کی وہ ذمہ داری ہے، جس پر کنبہ برادری خاندان سوسائٹی، قوم اور ملک کے مساوی حقوق ہیں۔ اسکی تہ میں خاندان کی ترقی

اور بربادی پوشیدہ ہے، آئندہ نسلوں کی بہتری اور بدتری کا انحصار اسی تربیت پر ہے، اور اگر اس میں ذرّہ بھر بھی کسر رہ گئی تو کائنات کا ہر ذرّہ خواہ وہ ذی روح ہو یا نہ ہو حق رکھتا ہے کہ جب اپنے ان حقوق کے مطالبہ میں جو اس بچہ سے متعلق ہوں ناکام ہو تو اس کی تربیت کرنے والی پر لعنت بھیجے۔ اس لئے ہر عورت کو جو ماں بنی یا بننے والی ہے، یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ کو کوئی کھیل کہانی سے زیادہ مرغوب نہیں ہے۔ اور بچہ کے نشو ونما میں ما بہترین مددگار صرف کہانی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے، یہ قدرت کا انتظام اور مسلمہ اصول ہے کہ بچہ جوں ہی اس قابل ہوا کہ وہ اپنے گرد وپیش کی اشیاء کے حالات معلوم کرے۔ ماں کے واسطے یہی وقت کہانی شروع کر دینے کا ہے تاکہ وہ اس سلسلہ میں گھر کی تمام چیزوں سے ان کے استعمال سے ان کی ضرورت سے اُس کے آس پاس کے تمام آدمیوں سے ان کے مراتب سے کماحقہٗ واقفیت ہو جائے۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ اس وقت بچہ کا دماغ بڑوں کے مقابلہ میں جانوروں کے حالات معلوم کرنے کا زیادہ مشتاق ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ ماں اپنے فرائض کی ادائیگی میں جانوروں سے مدد لے۔ کچھ جانور پالے، اور ان کے حالات بیان کرے، اور اپنا مقصد بھی پورا کرتی ہے۔

ماں نے جہاں بچہ کے ساتھ اس کی گڑیا یا کھیلوں میں کھیلنے کا وقت مقرر کیا ہے وہاں نہایت ضروری ہے کہ وہ کہانیوں کا بھی وقت مقرر کرے۔ اور یہ یاد رکھیئے کہ اٹھارہ مہینہ کی عمر سے دو سال کی عمر تک بچہ

اپنے کتے بلی کے حالات سننے کا مشتاق ہوگا۔ خواہ وہ اصل صورت میں ہوں یا کھلونوں کی مثلاً وہ کیا کھاتے ہیں کیا پسند کرتے ہیں کس سے خوشی ہوتی ہے، کس سے تکلیف پہونچتی ہے، اور ان کو اپنے ہاتھ سے کھلانا کیسا اچھا کام ہے۔

دو سال کی عمر کے بعد اس کو تصویریں دکھانی چاہئیں خواہ وہ کتابی صورت میں ہوں یا علیحدہ اور ان کا حال بطور کہانی کے سنانا چاہیئے۔ یہ تصویریں ان لوگوں یا چیزوں کی ہوں، جو بچہ کی آیندہ زندگی میں اس کی خواہش سے مطابق ہوں۔ اس عمر میں ماکو بیرونی کہانیوں پر زور دینے کی ضرورت نہیں، کہ ایک بادشاہ تھا، یہ ہوا اور وہ ہوا بلکہ یہ خرگوش ہے اس کے آگے بکری بیٹھی ہے۔ اور یہ ننھا بچہ ان کو کھلا رہا ہے، میری تین سال کی بچی پر جس کہانی نے سب سے زیادہ اثر کیا وہ دو بہنوں ابنی ایلسی کی تصویریں تھیں۔ اور یہ سیر سے واپس آکر اپنی ماں سے باہر کی تمام کیفیت بیان کر رہی تھیں۔ کہ صبح کا منظر کیسا تھا، سفید بادل کس طرح آسمان پر چھائے ہوئے تھے وغیرہ وغیرہ۔

مجھے خوب یاد ہے کہ میری پیاری بچی ابنی اور ایلسی کی کہانی سے کبھی نہیں اکتائی، اور مجھے کبھی اس کو سمجھانا ہوتا تھا تو ابنی اور ایلسی کی کہانی سے منسوب کر دیتی تھی۔ مثلاً ارنڈی کا تیل دینے کے بعد امرود کا نہ دینا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ اس نے ارنڈی کا تیل پیا ہے اور امرود سے انکار کر رہی ہے۔

کہانی کہنے میں دشمن کے واقعۂ قتل یا ظالم شیر کے غریب گائے کے حملہ کے وقت ان کیفیات وجذبات کا مطالعہ اکثر نے کیا ہوگا جو بچوں کے چہروں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر آج تکلیف اٹھا کر ہمدردی کی کہانیاں، ظالموں کا انجام، جھوٹ کی برائیاں، بچوں کو سنا دوگی تو یہ تکلیف آئندہ کی اذیت سے بہتر ہوگی۔ جس وقت یہ بچہ جوان ہو کر تمہارے سامنے آئے گا تو تم دیکھو گی کہ تمہاری کاشت نے اس کی طبیعت میں کیسے کیسے جواہرات بو دیئے۔

فروری ۲۳ء

وقت کی پابندی

بہت سی باتیں ہیں جو بغیر اس کے کہ آدمی کی مفصل کیفیت معلوم ہو اس کی اندرونی حالت اور طبیعت کا آئینہ ہوسکتی ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص پہلی ہی ملاقات میں چند منٹ باتیں کرنے کے بعد بغیر اس کے کہ سلسلہ گفتگو ختم ہو اُٹھنے کی تیاری کرے، تو ظاہر ہے کہ اس نے اس گفتگو میں کوئی دلچسپی نہیں لی اور وہ جو سر ہلا رہا تھا، اور دورانِ گفتگو میں جواب بھی دیتا جا رہا تھا۔ یہ صرف اس کا خلق تھا ورنہ اس کا دل غیر حاضر تھا اور وہ کچھ بھی نہ سن رہا تھا۔

پابندی وقت انسان کے چال چلن کا اس کی عادات وخصائل کا اس کی طبیعت ومزاج کا آئینہ سمجھنا چاہیئے۔ اگر وہ وقت کا پابند نہیں، تو یہ یقین کرلینا چاہیئے کہ وہ انسانیت کے سب سے اچھے جوہر سے محروم ہے، جوزف ایلیٹ نے باوجود تمام مراحل طے ہوجانے کے آخری گھڑیوں میں صرف اس وجہ سے کہ وہ شخص جس سے اس کی شادی ٹھہر رہی تھی وقت کا پابند نہ نکلا صاف انکار کردیا۔ اور اس کے کسی عذر کو تسلیم نہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ ان عذروں میں ایک نہایت معقول بھی تھا لیکن ایٹ اس کو بھی تسلیم نہ کرسکی۔

مس ہیبرنگٹم نے ایک موقعہ پر لکھا ہے کہ میں ایک ایسی شادی کے کھانے میں شریک ہوئی، جہاں لارڈ سٹوری مدعو تھا، کھانے کا وقت ۸ بجے مقرر ہوا، صاحب خانہ نے صرف دو منٹ انتظار کیا اور اس کے بعد کام شروع ہوگیا۔ لارڈ سٹوری کو جب معلوم ہوا تو واپس چلا گیا، اور ہمیشہ اس واقعہ پر افسوس کرتا رہا۔

کاش ہماری ہندوستانی بہنیں ان چند سطور سے سبق لیں انکی پابندی وقت کا یہ حال ہے کہ شاید عمر بھر میں بھی کوئی کام پابندی سے نہ کیا ہو، مگر افسوس اس خیال سے کم ہوجاتا ہے کہ ہندوستان جہاں کی عورتیں جاہل ہیں وہاں کے مرد بھی پابندی وقت میں نورٌ علیٰ نور ہیں، شادی بیاہوں کے موقعہ پر ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ کہئے کہ صبح دس بجے تشریف لائیے، مگر ممکن نہیں کہ بارہ بجے تک یہ سلسلہ جاری نہ ہو۔

عورتوں غریبوں کا تو کہنا ہی کیا، انہوں نے تو شاید وقت کی پابندی خواب میں بھی نہیں دیکھی مگر جو کچھ اُوپر لکھا گیا اس کو پڑھنے کے بعد یہ تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا وہ درست ہے، آدمی کی باتیں اور کام ہی اس کی عادات وخصائل کا پتہ دیتے ہیں۔ اب جو عورت وقت کی پابند نہیں اس کی اس لاپروائی سے ان لوگوں کو جو پابند ہیں کیسی سخت تکلیف ہوگی اور وہ کیا رائے قائم کریں گے۔

مرحوم سید محمود کی بابت سُنا ہے کہ ایک دفعہ کالج کا ایک طالب علم ان سے ملنے گیا، بہت دیر تک باتیں کرنے کے بعد اُنہوں نے اپنے کسی نوکر سے پوچھا کہ کیا وقت ہے؟ نوکر نے جواب بھی نہ دیا تھا کہ طالب علم نے جواب دیا کہ "دو بجنے میں سترہ منٹ" اتنے میں آدمی نے کہا "دو بجکر ایک منٹ" مرحوم محمود خود اُٹھے اپنی گھڑی نکالی تو واقعی دو بجے تھے، طالب علم سے کہا اپنی گھڑی دو، اس نے گھڑی دی، جس کو مرحوم نے فوراً دیوار سے مار کر توڑ دیا۔ اور کہا "تم طالب علم ہو، جب تمہاری گھڑی درست نہیں تو وقت کی پابندی کیا کرو گے اور جب طالب علم وقت کا پابند نہیں تو اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے" سال گذشتہ ایک خاتون نے کسی سہیلی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی یہ پہلی ملاقات تھی، اُنہوں نے صبح کا وقت مقرر کیا تھا، اور یہ لکھا تھا کہ سات بجے آؤں گی سہیلی نے ناشتہ کا انتظام کیا، مگر وہ ۹ بجے کے بعد آئیں، اور بچے کے رونے کا عذر کیا۔

عورتوں کو پابند وقت ہونا نہایت ضروری ہے ورنہ وہ ہرگز ہرگز معقول انسان نہیں ہو سکتیں اور اس کے بغیر تمام انتظامات نامکمل رہتے ہیں۔

۲۲ سے

نیند

ایک بڑے موجد ٹی۔ اے ایڈیسن نے اعلان کیا کہ آدمی کے واسطے صرف تین گھنٹہ سونا کافی ہے اور تم بہت زیادہ وقت سونے میں ضائع کرتے ہو۔ اس کے جواب میں ایک مشہور ڈاکٹر ڈیلی میل میں لکھتا ہے۔

" ایڈیسن یہ خیال کرنا بھول گیا، کہ اگر وہ خود صرف تین گھنٹہ سو کر زندہ رہ سکتا ہے تو وہ مستثنیٰ آدمی ہے "

نیند زندگی کا جزو لازم ہے اور آدمی محض نیند ہی کی وجہ سے زندہ اور تندرست رہ سکتا ہے، جانور بھوک کے مقابلہ میں نیند کا مارا جلد مرتا ہے۔ چین کی ایک سنگین سزائے قتل یہ ہے کہ وہ مجرم کو سونے نہیں دیتے اور وہ اس طرح قریب قریب چودہ پندرہ روز میں مرجاتا ہے، ہر جانور ۲۴ گھنٹہ میں ایک مرتبہ ضرور سوتا ہے، کب اور کس طرح یہ اس کی قدرتی عادت پر منحصر ہے اور غیر معمولی صحت کے بعد اس کی نیند لمبی ہوتی ہے۔ سب سے بڑی چیز جو نیند کو روکتی ہے وہ فکر اور غصہ ہے، اور وہ صرف

اس لئے کہ اعضا کے تمام کاموں میں اس سے رخنہ پڑتا ہے۔

بہت سی چیزوں کا دنیا میں معاوضہ ہے۔ مگر نیند کا معاوضہ نہیں ہے، یہ قدرت کی بخشش ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو بات ہم رات کو حل نہیں کر سکتے، صبح کو تازہ دماغ اس کو حل کر دیتا ہے۔

خواب بھی نیند میں ہرج ڈالتے ہیں، اور یہ ہی فکر کا نشان ہیں۔

بچہ کو اگر پوری نیند نہ ملے تو اس کی ترقی میں آسمان زمین کا فرق ہو جائے گا، اور بچوں میں ہی کیا نباتات میں بھی جیسے آلو اور پودے جو دن کے مقابلہ میں زیادہ بڑھتے ہیں۔

حکماء کی مستند جماعت نے نیند کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔

۱۰ سال سے کم	۱۰ ½ گھنٹہ
۱۳ 〃 〃	۱۰ 〃
۱۵ 〃 〃	۹ ½ 〃
۱۷ 〃 〃	۹ 〃
۱۹ 〃 〃	۸ ½ 〃

مردوں کے واسطے ۸ اور عورتوں کے واسطے ۸ ½ اور ۹ گھنٹے ضروری ہیں۔

سنہ ۲۳ء

فلسفۂ موت

ہر وہ شخص جس کا اس کائنات سے تعلق ہے یا رہ چکا ہے کسی نہ کسی ہیئت میں موت سے دوچار ہوگا، فلسفۂ موت اس قدر واضح اور عیاں ہے کہ اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن نتائج موت زیادہ تر اسلئے کہ وہ ہماری زندہ آبادی سے متعلق ہیں ضرور حق رکھتے ہیں کہ ان پر بحث کی جائے۔

ایک حکیم کی رائے ہے کہ موت انسان کی اختیاری چیز ہے وہ جس وقت چاہے موت کا مہمان ہو سکتا ہے۔ مگر زندگی اختیاری نہیں اور موت نتیجہ لازمی ہے۔ اس لئے انسان زندگی میں ہنسنے کا حق رکھتا ہے مگر موت پر رونے کا اس کو کوئی حق نہیں۔ اس کے کان میں پہلی لوری موت کے فرشتے نے دی تھی، وہ شجر موت کے سایہ میں پیدا ہوا، موت کے ہاتھوں میں اس کی پرورش ہوئی۔ جب وہ زندگی کی دلچسپیوں میں شریک ہوکر مسرت کے فرشتہ سے ہمکنار ہوا تھا تو اس کی خوشیوں کے اضافہ میں

ایک ہاتھ خصوصیت سے کام کر رہا تھا، اور وہ موت کا تھا جو اپنا شکار تیار کر رہی تھی اس کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ خوشی جو زندگی نے مجھے عطا کی ہے اس کی دوسری بہن موت کا عطیہ ہے جس کی زندگی کا انحصار میرے ہی جیسے جسموں کی خوراک پر ہے۔ مذہب کے خوشنما باغیچہ میں داخل ہو کر موت بشرطیکہ فنا ہونے والے جسم نے اپنی یادگار اچھی چھوڑی، بہت سے انکار کی تسکین ہے اور نہ صرف دوسروں کے لئے بلکہ خود مرنے والے کیواسطے، لیکن مذہب چھوڑ کر بھی ان حالات میں کہ زندگی موت کی شرط پر عطا ہوئی تھی، کسی کا مرنا رنج دہ نہیں ہونا چاہیئے، ہماری میز پر کھانے کے واسطے ایک وقت انواع و اقسام کی چیزیں موجود ہیں۔ آنکھ نے ہم کو دکھا دیا کہ یہ مچھلی کی رکابی جس کے ذائقہ سے ہم خوب واقف ہیں، منہ میں نوالہ رکھتے ہی ہم کو خوش کر دے گی، اور ہم زبان سے کام لے کر مزے سے اس کو کھائیں گے مگر جس وقت یہ مچھلی کا ٹکڑا نیچے اُتر جائے گا وہ ذائقہ اس کے پہلے کی توقعات اور بعد کا اثر سب فنا ہو جائیں گے، تو کیا وہ نوالہ جو ہماری آنکھ اور زبان دونوں کے اثر سے گذر گیا ہم کو رنج دہ کر سکتا ہے۔

موت کسی حال میں گریہ وزاری کی مہمان نہیں ہے، اس کا حق ہے کہ وہ ہنستی کھیلتی رہے اور اپنے محبوب کو لیتی ہوئی اچھلتی کودتی گذر جائے یہ قدرت کا انتظام ہے فضاء آسمانی میں اگر تعداد مقررہ سے زیادہ پرندے ہوں گے تو یقینی ہوا زہریلی ہو گی۔ اور دوسری مخلوق جس کو آرام سے زندہ رہنے کا حق ہے، ایک غیر متوقع مصیبت کا شکار ہو گی، کیا ایک چڑیا کا نالہ اسلئے

کہ اس کے عزیز بازکے قبضہ میں بجنس کر اس سے جُدا ہو جائیں گے یہ حق رکھتا ہے کہ قدرت اس کی اذیت اور صدمہ کو ملحوظ رکھ کر اپنا تمام انتظام درہم برہم کردے۔

لاتعداد و بیشمار ہستیاں پیدائش دنیا کے بعد سے اس وقت تک نہ صرف خود ہی فنا ہوئیں، بلکہ ان کے رونے والے بھی موت کی پھانسی پر چڑھ گئے، کیا وہ نہیں سمجھتے تھے کہ آج قدرت کے جس فعل کو وہ ظلم تعبیر کر رہے ہیں وہ اٹل ہے، اور بہت جلد یہ عمل خود ان پر ہونے والا ہے۔ ماں اپنے ننھے سے بچے کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر نہال نہال ہو رہی ہے وہ بے وقوف ہے، اگر یہ نہیں سمجھتی کہ محبت کا وہ جذبہ جو اس کے دل میں پیدا ہو رہا ہے، جو اس کو اس معصوم ہستی پر قربان ہونے کے واسطے آمادہ کر رہا ہے۔ خدائی انتظام ہے، اور بہت ممکن ہے کہ وہی محبت پیدا کرنے والی طاقت اس کی موت میں بھی کوئی مصلحت سمجھتی ہو، اس وقت جب یہ ماں اپنے بچہ کو بہترین لباس پہنا کر باغ باغ ہو رہی ہو یقین کرلے کہ یہ قدرت کا مہمان بہت جلد میرے پاس سے رخصت ہو جائے گا، وہ جہاں اس کی زندگی سے محظوظ ہو رہی ہے، اس کی موت کے واسطے بھی تیار ہے۔ ارسطو کہتا ہے "موت کی کشاکش زندگی کی تسکین ہے" اگر یہ صحیح ہے تو کسی شخص کی تکالیف و مصائب کے خاتمہ پر افسوس کرنے والے اس کے صریح دشمن ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ رہائی کی بجائے اس مصیبت میں گرفتار رہتا۔

مراسم تعزیت یا ماتم پرستی کا منشا صرف یہ ہونا چاہیئے، کہ اگر میت کے نا عاقبت اندیش متعلقین رنج و افسوس کر رہے ہیں، تو ان کا دل دوسری باتوں میں بہلا دیا جائے، وہ زندگی کی دوسری دلچسپیوں میں ڈال دیئے جائیں، تاکہ جنت دنیا اپنی گوناگوں نعمتوں اور طرح طرح کے نئے درختوں کا سایہ ان کے سر پر ڈال کر ان کو اچھی طرح بتا دے کہ زمینی جنت بھی آسمانی جنت ہے اور یہ جو کچھ ہو رہا تھا۔ ایک باغبان کا انتظام ہے۔ جو اپنی مصلحت خود ہی سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کا جائز حق ہے کہ جس وقت چاہے جس درخت کو اکھاڑ دے جس پودے کو مناسب خیال کرے چھانٹے اور جس زمین کو پسند کرے کھود ڈالے۔

فلسفۂ موت کے راز میں جو نمایاں ہے، وہ یہ ہے کہ موت پر صدمہ صرف ان کو ہوتا ہے، جو موت سے غافل ہیں، اور اس سے بے خبر ہو گئے۔ اور جو موت کو زندگی کا لازمی نتیجہ سمجھ رہے ہیں، وہ اس کے نتائج سے اگر خوش نہیں ہوتے تو روتے بھی نہیں۔

۲۲ ــــــ ۶

مِس جین انجیلو

اے شاعرہ خاتون جس کی زنانہ روح رحم خلوص اور ہمدردی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ موسم گرما کی موثر و دلکش صبح کی طرح اب تک تو ہمارے دلوں پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ تیرے نازک ہاتھوں نے ہمارے واسطے وہ گھر بنادیا جہاں ہماری روحیں سچے خدا کی آوازیں سنیں گی۔

انگلستان کی اُن شاعرہ عورتوں میں سے جنکا نام مدۃ العمر زندہ رہے گا ایک مس جین انجیلو بھی ہے۔ نازک خیالی کی اس جمی ہوئی مجلس میں جہاں ایلزا کوک اور فیلشیا سمیر جیسی عورتوں کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں وہاں صدارت کا سہرا اس جین کے سر پر ہے۔

یہ فخر انگلستان خاتون بمقام ٹوسن ۱۸۳۰ء میں پیدا ہوئی۔ اس کا باپ ایک دولتمند ساہوکار اور ماں سکوٹ کی تعلیم یافتہ خاتون تھی۔ کئی بھائی بہنوں میں اسکی پرورش ہوئی۔ اور بیس برس کی عمر میں اس کی پہلی تصنیف ملک کے ہاتھوں میں پہونچی۔ ابھی اس کتاب کو دیکھکر لوگ متعجب

ہی ہو رہے تھے کہ ۱۸۵۹ء یعنی دوسرے سال مس انجیلو کی دوسری اور ۱۸۶۰ء میں تیسری کتاب شائع ہوئی۔ گو اس کے بعد قابل مصنفہ نے اور بھی کتابیں لکھیں مگر ان دونوں کتابوں نے خیالات کے ایسے پھول برسائے کہ تمام ملک معطر ہو گیا۔

تینتس ۳۳ برس کی عمر میں اس کی کلیات کا نکلنا تھا کہ انگلستانی علم و ادب نے بقائے دوام کے دربار میں اس کو کرسی دی۔ اور شہرت عام کا تمغہ پیش کیا۔ ایک جگہ کہتی ہے "شہد کی مکھیاں پھولوں سے رس چوس کر بھنبھنا رہی ہیں۔ سبز گھاس پر کیڑے ہمارے پاؤں میں رینگ رہے ہیں۔ جھنڈ کے جھنڈ ہوا میں اڑ رہے ہیں یہ سب کے سب اپنی میٹھی زندگی کے نغمے اور خالق الموجودات کی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ آنیوالی نسلیں برسوں اسکے نام پر فخر کرینگی اور دیکھیں گی کہ مس انجیلو علم و ادب کی مجلس میں کیسے کیسے موتی بکھیر گئی وہ اپنی ایک سہیلی کو اپنے بچپن کے حالات اس طرح لکھتی ہے مجھ بچپن ہی سے میرے خیالات عام بچوں سے جدا تھے میں اُن سے الگ تھلگ رہتی تھی مجھے یاد ہے میں نے ایکدفعہ تارہ چمکتا ہوا دیکھا۔ اور میری ماں نے اس کے متعلق مجھ سے خدا کا ذکر کیا جو وہاں رہتا ہے اور جس نے یہ سب کچھ بنایا' یہ موسم گرما کی شام تھی اور خدا کے متعلق سُننے کا یہ مجھے پہلا اتفاق تھا جس نے میرے دل پر بہت بڑا اثر کیا۔ مجھے یاد ہے اس کے بعد میں تنہائی میں اِدھر اُدھر چھپکی بیٹھ کر خدا کے متعلق سوچا کرتی تھی۔ میں نے اس تارے کی چمک دمک پر جس نے مجھکو اچھی زندگی بسر کرنے کا سبق دیا مدتوں غور کیا۔ ۱۸۶۰ء

ہندوستان کی تجارت اور انگلستان کی عورتیں

انگریز دنیا میں جہاں جہاں گئے تجارت کے ذریعہ سے گئے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی اس ذریعہ سے آئے۔ یہاں زمینیں خریدیں۔ کمپنیاں بنائیں اور اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہر طرح کی کوشش کی۔ لیکن یہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان کے پارچہ باف اور چرم ساز دنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہاں کے مٹی اور پیتل کے برتن ہاتھی دانت اور آبنوس کے صندوقچے اور قلمدان روما کے بادشاہوں کو تحفہ دیئے جاتے تھے جنکو دیکھکر سارا دربار محو حیرت ہو جاتا تھا۔ یہاں کے سونے اور چاندی کے زیورات لوہے کی اشیا بالخصوص اسلحہ رنگ روغن عطر اور دیگر عیش و آرایش کے سامان غیر ملکوں میں جاتے تھے کپڑوں میں یہاں کی چھینٹیں کمخواب۔ آب رواں۔ ڈھاکے کی ململ۔ کشمیر کی

شال۔ لکھنؤ کی چکن، اور جامہ وار لاکھوں روپیہ کی قیمت کے ولایت کے بازاروں میں ہاتھوں ہاتھ بکتے تھے۔ اور لارڈ اور ڈیوک کے زیب بدن ہوتے تھے۔ غرض اس وقت ہماری صنعت اور دستکاری کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔

اٹھارہویں صدی کی ابتدا میں انگلستان ہندوستان کے مقابلہ میں آیا۔ مگر ہماری بدقسمتی سے اس کو بہت بڑی زک ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس نے یہ حکم دیا کہ اب ایشیائی ممالک سے جو مال آئیگا اُس پر تاجروں کو اسّی فیصدی محصول بحری دینا پڑیگا۔ اس طرح جو مال یہاں سے سو روپے میں جاتا تھا وہاں کے تجاروں کو دو سَو میں پڑتا تھا۔ جب اس تدبیر سے بھی ہندوستانی مال کی درآمد کم نہیں ہوئی تو ایک تاریخ مقررہ پر یہ حکم ہوا کہ "فلاں تاریخ سے کسی قسم کا مال انگریزی بندرگاہوں میں آئیگا تو وہ نیلام کر دیا جائے گا"۔ انہیں دنوں عورتوں کی ایک انجمن قائم ہوئی جس میں یہ قرار پایا کہ اب سے اگر کوئی لیڈی ہندوستان کی بنی کوئی چیز استعمال کرتے ہوئے دیکھی جائے تو فوراً بائیکاٹ کر دی جائے اور اس سے بھائی چارہ کے تمام تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔

آج سے دو سو برس پہلے یہ ریلیں اور ایسے جہاز نہ تھے، لنکا شائر اور مانچسٹر کا کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ جرمنی اور امریکہ جنکی صنعت وحرفت کا سکہ اس وقت بچے بچے کے دل پر بیٹھا ہوا ہے ان کی کوئی گنتی نہیں تھی۔ البتہ عرب ایران اور ہندوستان کی صنعت وحرفت

کا ڈنکا چار وانگ عالم میں بج رہا تھا، لیکن آہ! اب وہی ملک کل جن کی ضرورتوں کا مخزن تھا۔ آج انہیں کی مہربانیوں کا محتاج ہے۔ جس ملک کی دولت کی کشش نے کبھی محمود غزنوی کا رُخ اِدھر پھیرا تھا اب وہی دنیا میں سب سے زیادہ غریب اور فلاکت زدہ ہو رہا ہے۔ جو ملک کو کسی وقت میں تمام دنیا کے لوازم زندگی کو پورا کرتا تھا اور شاہان عالم کے لئے زرّیں قبائیں تیار رکھتا تھا اس پر اب یہ وقت ہے کہ غیر ملک کے معمولی عیش و راحت کو حسرت و یاس سے دیکھتا ہے اور اپنے کفن کا ٹھکانا نہیں رکھتا۔

ہمارا ہندوستان اپنی تاریخ کا وہ ورق جس کا تجارت سے تعلق ہے۔ ایسا مایوس کن اور عبرت انگیز منظر کیوں پیش کر رہا ہے۔

یہ اس لئے کہ ہم نے اپنا ملکی اور قومی شعار چھوڑ دیا۔ دوسروں کی روش اختیار کی۔ اپنی تہذیب پر جس نے دنیا کو مہذب بنایا۔ غیروں کی تہذیب کو ترجیح دی۔ ان کے ہر فعل کو احسن سمجھا اور اس مثل کا مصداق بنے کہ کوا ہنس کی چال چلا اپنی چال بھی بھول گیا۔

(تاثرات ایک انگریزی مضمون پڑھ کر) سنہ ۲۲ء

عطر کا رواج اور استعمال

ملکہ الزبتھ کے عہد تک انگلستان میں کوئی خوشبو کے نام تک سے واقف نہ تھا۔ چارلز دویم کے زمانہ میں خوشبو کا رواج ہوا۔ اور اس کو اس واسطے ایک خاص اعزاز میسّر نہ ہوا کہ وبائی امراض سے محفوظ رہنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئی پیرس کے ڈاکٹروں نے یہ رائے دی کہ جراثیم سے بچنے کے واسطے یہ سب سے اچھی چیز ہے۔ اور امراض متعدی میں خوشبو سے زیادہ کوئی چیز حفاظت نہیں کر سکتی۔

ہم بیسویں صدی کے لوگ عطر کا استعمال عیش وعشرت کے واسطے کرتے ہیں تاکہ دماغ فرصت پاکر اطمینان سے سوسکے۔ حالانکہ ہم کو خوب معلوم ہے کہ پائن کا عطر حلق وغیرہ کے واسطے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

لیونڈر شاید انگلستان کی قومی خوشبو ہے۔ اس کی کلیاں اگست میں کھلتی ہیں اور جلد پھول بنکر عطر کے کام میں آجاتی ہیں۔

انگلستان میں دوسرے پھولوں کے پیدا کرنے کی بہت کوشش

کی گئی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ صرف لیونڈر اور پیپرمنٹ ہی کے واسطے یہ سرزمین ہے۔ پیپرمنٹ لیونڈر کے مقابلہ میں زیادہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ خوشبو کے علاوہ کھانے پینے کی چیزوں میں بھی کام آتا ہے اور دانتوں کے منجن تک میں پڑتا ہے۔

انگلستان کی آب وہوا ان پھولوں کی نشو ونما کر ہی نہیں سکتی جو خوشبودار ہوں۔ مگر وہ تمام کسر لیونڈر میں نکال دیتی ہے۔ امریکہ کا لیونڈر بھی اچھا ہوتا ہے۔ مگر فرانس اور مشرقی ممالک کا وزن میں بھاری نوعیت میں ہلکا اور حیثیت میں کم۔

عطر گلاب خوشبوؤں میں سب سے زیادہ مفید اور قیمتی چیز ہے۔ یہ بلگیریا سے زیادہ مقدار میں آتا ہے۔ ایک اونس عطر سو ئیڈروپٹ پھولوں کا ½ حصہ ہوتا ہے۔ ہر سال ڈھائی ٹن عطر وہاں تیار ہوتا ہے جو آٹھ ہزار ٹن پھولوں کی رُوح ہوتی ہے یہ یعنی عطر گلاب جراثیم کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔

سنہ ۲۶ء

سر جوزلیف اولیف کی صاحبزادی لیڈی بیل جو متعدد کتابوں کی مصنفہ ہیں ایک جگہ لکھتی ہیں کہ بچوں کے واسطے جہاں یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اچھے اچھے کام کریں وہاں ماں باپ اس کے بھی ذمہ دار ہیں کہ بچے زبان سے بھی پیارے پیارے الفاظ نکالیں۔

کام کی باتیں

وارنش یا اسی قسم کے اور رنگ جو مکان کی دیواروں پر پھیرے جاتے ہیں اگر کپڑے پر لگ جائیں تو تارپین کے پھیرنے سے صاف ہو سکتے ہیں اگر یہ دھبے خشک ہو گئے ہیں تو تارپین اور خالص الکحل برابر لیکر برش سے صاف کریں۔ ریشمین کپڑا میلا ہو جانے کے بعد یا دھبے پڑ جانے کے بعد اس ترکیب سے اجلا اور صاف ہو سکتا ہے ½ پونڈ شہد ½ صابون ½ پانی تینوں اچھی طرح ملا کر رکھ لو کپڑے کو یا کسی تختہ پر پھیلا کر ان چیزوں کو نیل برش سے پھیر دو اور دو تین برتنوں میں پانی بھر کر رکھ لو پھیر چکو تو ایک ایک برتن میں ڈبو ڈبو کر نچوڑ لو اور صاف جگہ پھیلا دو۔

صابون کو پانی میں گھول کر گاڑھا گاڑھا پلنگ میں ڈال دو۔ کھٹمل مر جائیں گے۔

کسی معمولی کپڑے کو ہڑتال میں رنگ کر سکھا لو اس کپڑے میں لپیٹ کر ریشمین کپڑے رکھدو۔ کیڑے سے محفوظ رہیں گے۔

انڈے کی سفیدی جسم کے جلے ہوئے حصہ کو تسکین دینے میں زیادہ مفید ہے۔

مچھلی کا تیل پینے سے پہلے اگر چٹکی بھر کے نمک مُنہ میں رکھ لیں تو مزا بُرا نہ معلوم ہوگا۔

کمرے کی ہوا صاف کرنیکا طریقہ۔ اگر تم کمرے کی ہوا صاف کرنی چاہو اور کاربولک یا کوئی اور صاف کرنے والی چیز استعمال نہ کرنی چاہو تو اس کی جگہ سرکہ بہت مناسب ہوگا۔ ترکیب یہ ہے کہ کڑھائی کو خوب گرم کرو اور کمرے میں لیجا کر ایک چمچہ سرکا اُس پر ڈال دو اور بخارات کو کمرے میں پھیلنے دو۔ اگر کمرہ بڑا ہو تو اس ترکیب کو دو تین مرتبہ عمل میں لاؤ۔ اگر صرف خوشبو پھیلانی منظور ہو تو یوڈی کولون یا لیونڈر اسی ترکیب سے استعمال کر سکتے ہو۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ دونو چیزوں کی خوشبو فرحت بخش ہوتی ہے۔

بغیر دھوئے سفید سرج کو صاف کرنا۔ تھوڑا سا سفید مگنیشیا لو اور کپڑے کو خوب پھیلا کر اس پر چھڑک دو اور دھبوں وغیرہ پر خوب اچھی طرح ملو۔ پھر اُس کپڑے کو ایک صاف چادر میں مع مگنیشیا کے لپیٹ کر تین چار روز تک رہنے دو۔ بعد میں چادر سے نکالکر کپڑا صاف کرنے کے بُرش سے اُس کو اچھی طرح صاف کرو۔ (لوگ اکثر کپڑے کے بُرش کو صاف رکھنے اور دھونے میں غفلت کرتے ہیں) اور اچھی طرح جھٹکو تو کپڑا بالکل صاف اور تازہ ہوجائے گا۔ اگر تم چاہو

ولایتی کھریا یا سیپی وغیرہ جلاکر اس کو پیس کر اس کے سفوف سے بھی کام لے سکتی ہو۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں بہت مفید مطلب ہیں۔

سنگ مرمر کو صاف کرنے کی ترکیب ۔ ایک حصہ جلی ہوئی سیپی کا سفوف ۔ دو حصہ معمولی سوڈا ۔ اور ایک حصہ ولایتی کھریا لیکر بہت باریک چھلنی میں چھانکر پانی میں ملالو۔ اور اس کو سنگ مرمر کی چیز پر خوب اچھی طرح رگڑو۔ تمام دھبے غائب ہوجائیں گے۔

کمرے میں سے مکھیوں کو ہٹانے کی ترکیب ۔ کاربولک ایسڈ کی بیس بوندیں ایک کڑھائی میں پانی ڈال کر اس میں ڈال دو۔ اور اس کے نیچے آنچ کردو۔ اس کے بخارات سے مکھیاں خود بخود کافور ہوجائیں گی۔

ایک بہت کارآمد نکتہ ۔ اگر کبھی شیشے کے گلاس یا برتن میں کوئی بہت گرم چیز ڈالو تو اس بات کا لحاظ رکھو کہ اُس برتن کے نیچے ایک تر کپڑا رکھا ہوا ہو اس سے شیشہ کبھی نہیں پھٹے گا۔

ایک ضروری عقل کی بات ۔ اگر انگوٹھی یا چھلّا کسی بچہ یا بڑے کی انگلی میں پھنس جائے اور انگلی سُوجھ جانے کی وجہ سے وہ نہ نکلتا ہو تو ایک بہت آسان اور ساتھ ہی اس کے یقینی ترکیب یہ ہے کہ ناخن کی طرف سے انگوٹھی کے نیچے سے سوئی کے ذریعہ سے ایک ذرا مضبوط تاگہ نکال لو۔ تاگہ کا دوسرا سرا جو ناخن کی طرف نیچے اس کو برابر کھینچکر لپیٹ دو۔ پھر سوئی والے سرے کو آہستہ آہستہ اس طرح

کھولنا شروع کرو۔ جیسے پینچ کے اُوپر سے ڈھبری کھولتے ہیں، تاگے کے پینچوں کے کھلنے سے انگوٹھی اُتر تی چلی آئے گی۔ اور تکلیف بھی کچھ نہ ہو گی۔

کالے یا گہرے رنگ کے سوٹ یا کوٹ وغیرہ کو صاف کرنے کی ترکیب۔ عشق پیچے کے پتّے اور کوپلیں پانی میں جوش کر کے پانی نتھار لو۔ اور جب پانی کنکنا سا رہ جائے تو کپڑے کو کسی صاف میز پر پھیلا کر ایک صاف سخت بُرش اس پانی میں اچھی طرح ڈبو ڈبو کر بُرش کئے جاؤ۔ بعد میں جب ذرا نمی کپڑے میں باقی رہے تو کسی صاف ململ وغیرہ کو اس پر پھیلا کر اوپر سے استری کر لو۔

اُونی واسکٹ وغیرہ کو صاف کرنے کی ترکیب۔ پہلے ٹھنڈے پانی میں صابون اور سُہاگہ کے خوب جھاگ اُٹھاؤ اور جس چیز کو دھونا چاہتے ہو اس کے اندر کوئی گھنٹہ بھر تک پڑا رہنے دو۔ پھر میلے حصّوں کو آہستہ آہستہ ملو اور صاف ٹھنڈا پانی کئی دفعہ بدلتے جاؤ۔ بعد میں اس کو مروڑ کر مت نچوڑو بلکہ دبا دبا کر نچوڑو اور اس کپڑے کو اصلی ہیئت میں لانے کے واسطے جس سمت میں اس کی بناوٹ ہے اُس سمت میں اس کو ہاتھوں سے کھینچکر درست کر کے سوکھنے کو ٹانگ دو۔

بچہ کے کپڑوں میں آگ نہ لگنے پائے اس کی ترکیب

سوتی کپڑا آگ نہ پکڑنے پائے اس سے بچنے کے لئے دُھلے ہوئے کپڑے کو ایک گیلن پانی میں کوئی ڈھائی تولہ پھٹکری ملا کر اس میں غوطہ دے لینے سے کپڑا گو سُلگنے تو لگے گا مگر یکبارگی شعلہ اس میں نہیں

بھڑک سکتا۔

مچھلی کی بدبو برتن یا چاندی کے چمچہ سے دُور کرنیکی ترکیب

چاء کی پتیوں کے پانی میں برتن یا چمچوں وغیرہ کو چند منٹ پڑے رکھنے سے بدبو دفع ہوسکتی ہے۔ سرکہ وغیرہ کے داغ تھوڑا سا نمک ملنے سے دُور ہو سکتے ہیں۔

بانس کی اشیأ صاف کرنے کی ترکیب۔ میلی کچیلی بانس کی چیزیں نمک کے شیر گرم پانی میں بُرش کو ڈبو ڈبو کر صاف کرنے سے اُجلی ہو جاتی ہیں۔ نمک سے تو بانس کی رنگت زردی مائل نہیں ہونے پاتی اور دھونے سے وہ چیز اُجلی ہو جاتی ہے۔ دھونے کے بعد صاف کپڑے سے رگڑ کر خشک کر لینا چاہیئے۔

روغن کی بدبو دُور کرنے کی ترکیب۔ جس کمرے میں روغن کی بدبو ہو اس کے دُور کرنے کو چند ڈلیاں پیاز کی کتر کے ایک کونڈا بھر پانی ڈال کر کمرے کے بیچ میں کئی گھنٹہ تک رکھدو۔ بدبو دُور ہو جائے گی۔

کھنکھجورا اگر کسی جگہ کاٹ کھائے تو سوڈا پھٹکری یا نمک وغیرہ پیس کر لگا دیں۔ اور اگر بھڑ یا تتیہ ڈنک مار دے تو دیا سلائی کا مصالحہ لگا دینا بہت مفید چیز ہے۔

ہینگ کو تیل میں اچھی طرح حل کر کے اگر ڈالدیں تو دیمک وہاں سے فوراً دُور ہو جائے گی۔

لیس صاف کرنے کا طریقہ - پہلے استری کو گرم کر کے لیس کی چرسیں وغیرہ نکال کر صاف اور سیدھا کر لو اس کے بعد تھوڑا سا زیتون کا تیل پھیر دو - اب ایک برتن میں پانی بھر کر لیس اور صابون کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈال کر آگ پر رکھدو اور خوب پکنے دو - پھر اُتار لو - اور دھو ڈالو -

ریشمین یا مہین کپڑا مشین کی سلائی میں اگر کھنچ آتا ہو تو ایک سخت کاغذ کا ٹکڑا کپڑے کے نیچے رکھ دینا چاہیئے - سلائی کے بعد کاغذ نہایت آسانی سے علیحدہ ہو جائے گا -

پانی کی شناخت اگر کرنی ہو تو رات کو ایک گلاس میں لیکر مصری کا ٹکڑا ڈال دو - اور کسی جگہ رکھدو - صبح کو اگر پانی کا رنگ بدلا ہوا نہ ہو اور صاف نظر آئے تو پانی خالص نہ ہوگا - تو رنگ بدلا ہوا ہو گا -

چیونٹیوں کے دفعیہ کا طریقہ - (بیرحمی سے) پہلے ایک سپنج کو پانی میں بھگو کر نچوڑ ڈالو - تاکہ تھوڑی سی نمی باقی رہ جائے - بعد ازاں چینی اسپر چھڑک دو - ایک پلیٹ میں اُس سپنج کو رکھ کر چیونٹیوں کے قریب دھر دو - تھوڑے ہی عرصہ میں پلیٹ چیونٹیوں سے بھر جائے گی - پھر پلیٹ کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دو - اس طرح تمام چیونٹیوں کا فیصلہ ہو جائے گا -

تارپین گلے اور سینہ کے امراض کے لئے بہت عمدہ دوائیوں میں سے ہے - بچے کے گلے اور سینہ پر پہلے ویسلین ہلکا سا لیپ کر کے تارپین سے بھیگے ہوئے گرم کپڑے کو اچھی طرح سے باندھ دیا جائے -

پھیپھڑے وغیرہ کے مرض میں اکسیر ہے۔

سفید چمڑے کے رگ قالین کے دہونے کی سہل ترکیب یہ ہے کہ پہلے استر کو علیحدہ کر لو پھر رگ کو کسی گول چیز پر لپیٹ دو۔ صابن اور گرم پانی میں تین چائے کے چمچہ کی مقدار کے برابر ایمونیا کو خوب حل کرو۔ اور رگ کو اس پانی میں ڈالکر خوب صاف کرو۔ اب ٹھنڈے پانی میں دو دفعہ بھگونے سے اچھی طرح چمڑہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کپڑا صاف کرنے کے برش سے اسے صاف کر لینا چاہیئے۔ اس بات کی کافی احتیاط کرنی چاہیئے کہ جب تک اوپر کا حصہ اچھی طرح سے سوکھ نہ جائے استر نہیں لگانا چاہیئے۔

روزمرہ کے استعمال کے لئے ایمونیا تیار کرنے کی ترکیب یہ عمدہ ہے۔ چار اونس صابن کو کھولتے ہوئے پانی میں خوب حل کرو۔ بعد حل کرنے کے تیز کلوانڈ ایمونیا تھوڑی سی مقدار میں ملا دو برتنوں وغیرہ کے صاف کرنے کیلئے یہ ایک عمدہ چیز ہے۔

سیاہی کے دھبے چھڑانے کی ترکیب۔ جس جگہ سیاہی کے دھبے ہوں وہاں تھوڑا سا نشاستہ کا کلف لگا دیں۔ جس وقت وہ سوکھ جاوے تو اس کو چھڑا دیں اور اسی عمل کو کئی دفعہ کریں۔ یہاں تک کہ دھبے چھوٹ جائیں۔

بٹن ٹانکنے کا آسان طریقہ۔ بٹن کو کپڑے پر رکھنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھو کہ جو گرہ دھاگے میں تم نے لگائی ہے وہ داہنی طرف ہو۔ اس طرح وہ گرہ بٹن کے نیچے رہے گی۔ اور ٹوٹنے یا خراب ہونے

سے محفوظ رہے گی۔ بٹن ٹانکنے سے پہلے ایک پن بٹن کے اُوپر رکھ لو تاکہ دھاگہ پن کے اُوپر سے سوراخوں میں داخل ہو جب سوراخ بھر جائیں تو پن کو باہر نکال لو۔ اور دھاگہ کو بٹن کے نیچے اردگرد لپیٹ دو۔ اس طرح سے بٹن ٹوٹنے وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

اگر لیمپ میں بتی اس قدر چھوٹی ہے کہ وہ تیل تک نہیں پہونچ سکتی تو فلالین کا ایک ٹکڑہ اس کے نیچے سرے سے باندھ دو کہ وہ تیل تک پہونچ سکے۔ یہ بتی بھی وہی کام دے گی جو ایک بڑی بتی دیتی ہے۔

پالش کرنیکا آسان اور عمدہ طریقہ۔ تین حصے دھوئی تلی تیل کے اور ایک حصہ تارپین کو خوب ملاؤ۔ فلالین یا کسی اونی کپڑے سے اس چیز پر جس کو پالش کرنا منظور ہے مل دو پھر اسے اُون سے اچھی طرح رگڑ دو۔

تارپین دھوئی تلی کا تیل اور سرکہ آپس میں اچھی طرح سے ملاؤ (ان تینوں چیزوں کی مقدار برابر ہونی چاہیئے) یہ بھی پالش کرنے کے لئے عمدہ ثابت ہوا ہے۔

نمک کے مختلف استعمال

اگر تھوڑے سے نمک سے چار کی پیالیوں کو صاف کیا جائے تو وہ تمام بدنما داغ جو چار کی کثرت کی وجہ سے پیالوں پر ظاہر ہو جاتے ہیں رفع ہو جاویں گے۔ اور اگر عرق لیمو نمک میں ملا دیا جائے تو انگلیوں پر سے تمام داغ رفع ہو جائیں گے۔

اگر سفیدی (قلعی) کے) میں تھوڑا سا نمک ملا دیا جائے تو سفیدی

کو بہت مضبوط اور پائدار بنا دیتا ہے۔

پسا ہوا نمک دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے لئے بہت عمدہ منجن ہے یہ دانتوں کو سفید اور مسوڑھوں کو گلابی کر دیتا ہے۔

نمک درد گلو کے لئے بہت ہی مفید ہے۔اگر مناسب وقت پہ استعمال کیا جائے تو دانتوں کے درد کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

دانت نکلوانے کے بعد اگر نمک کو پانی میں گھولکر کلی کیجائے تو فوراً درد بند ہو جائے گا۔

نمک اور پانی کا مرکب بید کے اسباب کو صاف کرنے کیلئے ایک بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ پہلے برش سے اس چیز پر جسے صاف کرنا منظور ہے ملو۔ پھر خوب رگڑو۔

کان کے درد کے لئے ایک نہایت ہی آسان اور کم قیمت دوا۔ پیاز کا عرق کان کے درد کو رفع کرنے کے لئے بہت عمدہ ثابت ہوا ہے۔ پہلے پیاز کی گٹھی کو بادامی رنگ کے کاغذ میں خوب اچھی طرح لپیٹو پھر اسے اچھی طرح سے تر کرو۔ اور اس کو کوئلوں پر رکھدو۔ جب نرم ہو جاوے تو اس کے اوپر کے پردہ کو علیحدہ کردو۔ اور پیاز کو ایک باریک کپڑے میں رکھ کر نچوڑ لو۔ وقت ضرورت دو یا تین بوندیں اس عرق کو گرم کرکے ڈالو۔ بعد میں فلالین کے چھوٹے ٹکڑے کان میں رکھو۔ تاکہ باہر کی ہوا کا اثر کان پر نہو۔

چمنی صاف کرنے کا طریقہ۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ ابلتی ہوئی پتیلی کی بھاپ چمنی کے اندر پہونچا دی جائے۔ اس کے بعد ایک اجلے کپڑے سے صاف کی جائے۔ اور اوپر سے ایک نرم کاغذ پھیر دینا چاہیئے۔

ٹوٹے ہوئے چینی کے برتن جوڑنے کا مصالحہ۔

انڈے کی سفیدی اور خالص چونہ دونوں ملا کر ٹوٹے ہوئے برتن کے کناروں پر اچھی طرح لگا کر دونوں ٹکڑے جوڑ دو۔ اور کئی دن تک ہاتھ نہ لگاؤ۔

آگ سلگانا۔ اگر سیل کی وجہ سے چولھے میں آگ نہیں سلگتی تو تھوڑی سی رال منگا کر رکھ لو۔ اور چولھے میں ڈال دو۔ فوراً آگ بھڑک اُٹھے گی۔

آئینہ کے دھبّے چھڑانے کی ترکیب۔ بہت تیز سرکہ آگ پر رکھو جب خوب جوش کھانے لگے۔ ایک کپڑا اُس میں ڈال دو۔ اور اُس سے آئینہ رگڑ کر صاف کر لو۔

رنگ بنانے کی عجیب ترکیب۔ ہلدی کو نیل کے ساتھ ملانے سے رنگ سبز۔ گہرے شہاب میں رنگ کر نیل دینے سے رنگ عباسی۔ گلابی رنگ میں رنگ کر ہلکا نیل دینے سے ناخنی اور نیل میں تھوڑی سی سُرخی دیکر پھٹکری ڈالنے سے رنگ سوسنی ہو جائے گا۔

جاڑے میں کپڑا وغیرہ دھونے کے بعد جب کہ ہاتھ پانی میں زیادہ دیر تک کام کرتے رہیں اکثر سُن اور کچھ سخت سے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس وقت تھوڑا سا زیتون کا تیل ہاتھوں پر مل کر دس منٹ کے بعد کٹا ہوا نیبو اچھی طرح ملیں تو ہر قسم کی تکلیف سے ہاتھ محفوظ رہیں گے۔

اگر کپڑا جس کو رنگنا منظور ہے موٹا ہو تو پہلے خالی پانی میں ڈبو کر نچوڑ لو۔ اور پھر رنگو ورنہ دھبّے پڑ جائیں گے۔

پھولوں کی ڈنڈیوں پر اگر تھوڑا سا موم پگھلا کر لگا دیں تو بہت دیر تک نہ مرجھائیں گے۔

آگ یا گرم تیل سے جل جانے کا بہتر علاج بکری کا خون یا مرغی کے انڈے کی سفیدی ہے گھی کوار کے پتّوں کا گودا بھی مفید ہے۔

اگر سبز رنگ کی ضرورت ہو یا کوئی چیز رنگنی ہو تو ہلدی جو روزمرہ کھانے میں ڈالتے ہیں۔ اور جو بظاہر زرد معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ نیل ملا دو رنگ سبز طوطے کا پر ہو جائے گا۔

بعض دفعہ چھوٹی لڑکیوں کو کپڑا سینے میں پوری مشق نہ ہونے سے یہ تکلیف ہوتی ہے کہ سوئی انگلیوں میں چبھتی ہے اور کبھی کبھی خون بھی نکل آتا ہے جس کی وجہ سے جلن ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے سوئی چبھنے کے بعد اگر انگلی گرم پانی میں ڈال دی جائے تو جلن بند ہو جائیگی۔

چائے تیار ہونے کے بعد پتّی اس چیز کے صاف کرنے کے واسطے جو دھوئیں سے کالی ہوئی ہو نہایت کارآمد ہے۔

گیندے کے پھول کا عرق کان کے درد میں اگر دو چار قطرے ٹپکا دئے جائیں تو کمی کر دے گا۔

کپڑے پر اگر داغ ہو جائے تو کوئی تین ماشہ نمک لیکر ایک پورے نیبو کے عرق میں گھول لو اور داغ پر اچھی طرح مل دو تھوڑی دیر بعد وہ داغ دور ہو جائے گا۔

اُونی کپڑے پر اگر چکنائی کا دھبہ لگ جائے تو قلعی کا چونہ جو اچھی طرح گھلا ہوا ہوگا وہ چونہ چکنائی کو جذب کرلے گا۔

سُرمئی رنگ کے واسطے ہلدی اور تھوڑا سا ناسپال تینوں چیزیں ملاکر گھول لو۔

نیند آنے کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ سونے سے پہلے گرم پانی سے غسل کرکے آدمی سونے کا ارادہ کرے۔ یہ علاج جہاں بڑوں کیواسطے مفید ہے وہاں بچوں کے واسطے بھی مفید ثابت ہوا ہے۔

انڈے کی سفیدی ہندوستانی سیاہی میں لت پت کرکے جلے ہوئے بدن پر ملیں تو فوراً ٹھنڈک پڑجائے گی۔

پھول کے پودوں میں اگر دیمک لگ جائے تو انگریزی سیاہی جڑمیں ڈالدینی چاہیئے۔ فوراً دُور ہوجائے گی۔

بال توڑ نہایت تکلیف دہ چیز ہے اگر تکلیف معلوم ہوتے ہی گیہوں چباکر باندھ دیں تو بہت جلد آرام ہوجاتے گا۔

بچھو کے ڈنک کی ایذا نوشادر اور چونا ملاکر سونگھنے سے رفع ہوجاتی ہے۔ اگر وہی بچھو ہاتھ آجائے تو اس کو کچل کر جہاں کاٹا ہے وہاں رکھدیں۔

اگر غالیچہ پر سیاہی گر پڑے اور زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو اس کو دودھ سے دھوڈالو۔ اور جب سیاہی چھوٹ جائے تو ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح دھوؤ اور اس کے بعد برش پھیر دو۔

اگر سیاہی زیادہ عرصہ کی ہو تو تھوڑا سا نمک پیس کر اس پر چھڑک دو۔ اور چند قطرے پانی کے ڈال دو نمک سیاہی جذب کر لیگا۔ پندرہ منٹ کے بعد برش سے صاف کر دو۔

کچی پیاز کھانے کے بعد ایک چٹکی خشک چار کی چبالو مگر یہ یاد رہے کہ چباؤ نگلو نہیں۔ پیاز کی بو دور ہو جائے گی۔

پھٹے ہوئے ہاتھوں کے واسطے اور نیز کھال سخت اور کھردری ہوجانے کے واسطے انڈے کی زردی لیموں کے عرق میں اچھی طرح حل کرکے ہاتھوں پر مل لو بہت مفید ہے۔

اگر چینی کا کوئی قیمتی برتن ٹوٹ جائے تو تھوڑا سا سیسہ لو اور ٹوٹے ہوئے کناروں کو اچھی طرح صاف کرکے یہ سیسہ اس پر خوب پھیر دو اور ٹکڑوں کو جوڑ کر رکھدو اور اگر ممکن ہو تو برتن کو باندھ دو۔ چند روز میں برتن جڑ جائے گا۔

بچے کی آنکھ میں اگر کچھ گر پڑے تو اس کو ہرگز آنکھ ملنے کی اجازت نہ دو بلکہ آنکھ کو کنکنے پانی سے دھو دو بشرطیکہ خاک وغیرہ گری ہو۔ اگر کوئی کنکر یا اور چھوٹی چیز گری ہو تو آنکھ چیر کر کاغذ کی بتی بنا کر اس سے نکال دو۔ جو نہایت ہی نرم ہو۔

دودھ کے پھٹ جانیکا نسخہ۔ جو چھوٹے بچوں کیواسطے سخت تکلیف اور بیماریوں کا باعث ہے تجربہ سے بہتر ثابت ہوا ہے کہ جو کے پانی سے دودھ کو پتلا کرلیں۔ معمولی پانی ملانے سے یہ بہت مفید ہے۔ مگر یہ یاد

رکھنا چاہیئے کہ خود جو کا پانی بعض بچوں کو موافق نہیں پڑتا اگر وہ زیادہ طاقتور ہو تو ہضم نہیں ہوتا۔ چوبیس گھنٹہ کے بعد جو کا پانی تازہ بنانا چاہیئے۔ جو کا پانی بچوں کے واسطے دست آور بھی ہے۔ اس سے دودھ نہ پھٹے گا۔

چونے کا پانی بنانے کی ترکیب۔ بجھے ہوئے چونے کا ایک ٹکڑا جو مرغی کے انڈے کے برابر ہو توڑ کر بوتل میں بھر دو اور چوتھائی حصہ بوتل کا اُبلے ہوئے پانی سے بھر دو۔ اور پانی کو ٹھنڈا ہو جانے دو منہ اچھی طرح بند کر کے خوب ہلا دو۔ چوبیس گھنٹہ کے بعد صاف پانی نتھار لو جب بچوں کے دانت نکل رہے ہوں اور پیاس کی شدّت ہو تو یہ پانی بہت ہی مفید ہے۔

دھوپ میں زیادہ تر رہنے کی وجہ سے اگر سر میں درد ہونے لگے تو اس کا ایک آسان نسخہ یہ ہے کہ دودھ یا گرم دودھ اور پانی سے مُنہ دھو لیا جائے۔

دودھ یا ملے ہوئے دودھ اور پانی سے مُنہ دھونا چہرہ کو نرم اور خوبصورت بناتا ہے۔

سیب اگر زیادہ مدت تک رکھنے ہوں تو ایک لکڑی کے بکس میں پھونس بچھا کر اُس میں سیب لپیٹ دیئے جائیں مگر یہ خیال رہے کہ ایک دوسرے سے الگ رہیں۔

اگر کسی مقام پر خفیف سی چوٹ آجائے تو فوراً سرد پانی سے

تر کیا ہوا کپڑا یا کپڑے میں برف رکھ کر اس پر باندھ دیں ۔ اور حرکت وغیرہ سے بچانا کافی ہے ۔

اگر کسی مقام پر چوٹ سخت آئے تو فلالین کے ٹکڑے کو گرم پانی میں تر کر کے سینکیں یا اس پر السی کے سفوف کی پولٹس باندھ دیں آرام ہو گا ۔

دماغ پر صدمہ پہنچنے سے آدمی فوراً بیہوش ہو جاتا ہے ۔ اور تنفس کمزور و دشوار ہو جاتا ہے ۔ اعضا سرد اور آنکھ کی پتلیاں چھوٹی چھوٹی نکل آتی ہیں ۔ ایسی حالت میں بہت سا ٹھنڈا پانی سر پر بتدریج بہانا چاہیئے ۔ اس عمل سے جلد ہوش آجائے گا ۔

سنہ ۱۰ء و سنہ ۱۱ء

زندگی

پت جھڑ قدرت کی ایک نشانی ہے ۔

زندگی ایک فرض ہے ۔ اس کو خوشی سے ادا کرو ۔

زندگی ایک بوجھ ہے ۔ اسے ہمت سے اٹھاؤ

زندگی ایک منزل ہے ۔ اسے ہنسی خوشی طے کرو ۔

خانہ داری کے اصول

روغنی تصویریں اگر میلی ہو جائیں تو تازہ آلو کتر کر ان سے صاف کی جائیں اور اس کے بعد گرم پانی میں اسپنج بھگو کر پھیر دیں اور ریشمی رومال سے پونچھ ڈالیں ۔

اگر ابالنے یا پکانے میں گوشت سے کسی قسم کی بو آئے تو لکڑی کا چھوٹا سا ٹکڑا لے کر آگ میں جلاؤ کہ وہ بالکل کالا ہو جائے اب اس کو گوشت میں رکھ دو تو بو دُور ہو جائے گی ۔

مچھلی اگر اُبلتے ہوئے پانی میں غوطہ دیدی جائے اور اسکے بعد ٹھنڈے پانی میں تو وہ سخت اور لذیذ ہو جائے گی اور تیار ہونے کے بعد زیادہ دیر تک خراب نہ ہو گی ۔

چاقو یا چھریاں کبھی گرم پانی میں نہیں ڈالنی چاہئیں ۔ ورنہ دستے ڈھیلے ہو جائیں گے ۔

چینی کے برتن اگر استعمال کرنے سے پہلے چوبیس گھنٹے ٹھنڈے پانی میں پڑے رہیں تو ان کی چٹیں وغیرہ نہ اُکھڑیں گی ۔

نئی جوتی پہننے سے پہلے پاؤں دھو کر ڈالنے سے ہندوستان کی جوتی کی صورت خراب نہ ہو گی۔

بوتل یا شیشی میں جو کچھ ہو اس کے ختم ہونے سے پہلے لیبل یا جو کا غذ لگا ہو اکھاڑ دو تاکہ اور ڈالنے کے بعد دھوکا نہ ہو۔

اگر وارنش یا روغن کی وجہ سے کمرے میں بو ہو تو گھاس کا ایک بڑا مٹھا لیکر پانی میں بھگو دینا چاہیئے اور کمرے کے بیچ میں ساری رات رکھا رہے بو دب جائے گی۔

سنہ ۱۹۱۰ء

شکسپیر

انسان مغرور انسان ! ذرا سے اختیار پر نازاں ہو کر اپنی ہستی ناپائدار پر اعتبار کر کے جو شیشے سے زیادہ کمزور اور نہایت متنفّن ہے۔ فلک بلند کے روبرو ایسی بے جا حرکات کرتا ہے کہ انہیں دیکھکر فرشتوں کو رونا آتا ہے۔

شکسپیر

ترکاریاں

عام طور پر پھل ترکاریاں مفرح غذا ہیں لیکن اگر مناسب طور پر ان کو تیار نہ کیا جائے تو نقصان دہ ہو جاتی ہیں۔ ترکاریاں نہ تو ضرورت سے زیادہ پکائی جائیں اور نہ ادھ کچری ہی رہ جائیں۔ دسترخوان پر جس وقت وہ لائی جائیں تو نگاہ کو بھلی معلوم ہوں اور خوش ذائقہ ہوں تو لازمی طور سے وہ فرحت بخش بھی ہوں گی۔ ہری ترکاریوں میں آلو سے زیادہ کوئی مزیدار ترکاری نہیں اور یہ آسانی سے مل سکتے ہیں آسانی سے تیار کئے جا سکتے ہیں اور کم خرچ بھی ہوتے ہیں۔ کوئی اور ترکاری اتنے زیادہ طریقوں سے نہیں پکائی جا سکتی جتنی کہ آلو۔ ترکاریاں جہاں تک ہو سکے تازہ استعمال کرنی چاہئیں اور ان کی مٹی یا گلے سڑے اجزا کو نہایت نفاست کے ساتھ صاف کرنا بہت لازمی ہے۔ آلو پکانے کے بہت سے طریقے ہیں۔ مثلاً اُبلے ہوئے آلو۔ کچے بُھنے ہوئے آلو۔ آلوؤں کے کچالو بنانا۔ آلو کا بھرتا۔ ثابت سینکے ہوئے آلوؤں کے ورق تلے ہوئے۔ آلوؤں کی پڈنگ اور بہت سے طریقوں سے آلو پکائے جا سکتے ہیں۔

آلو کی پڈنگ بنانے کی ترکیب۔ آدھ سیر آلو اچھی قسم کے لیکر اُن کو خوب اُبالو اور نچوڑ کر ذرا خشک کرلو پھر ان کو کچل کریا پیس کر کسی چھلنی میں چھان لو۔ بعد میں پاؤ سیر مکھن ذرا پگھلا کر اور پاؤ سیر قند اس میں خوب متھو یہاں تک کہ ایک جان ہوجائیں۔ اور پھر چار تازے انڈے لے کر ان کو بھی خوب متھ کر اس میں ملالو۔ اور ایک سانچے میں اچھی طرح مکھن چپڑ کر یہ سب چیزیں ڈال دو۔ اوپر سے کپڑا باندھ کر ایک آدھ گھنٹہ تک پکاؤ جب تیار ہوجائے تو تھوڑا سا مکھن اچھی طرح پگھلا کر اور کوئی آدھ پاؤ کے قریب سُرخ انگوروں کی جیلی ملا کر اس میں ڈال دو۔

سنہ ۱۰ء

کوپر

علم اور عقل کو ایک نہ سمجھو۔ اکثر ان میں کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ علم ان دماغوں میں رہتا ہے جو اوروں کے خیالات سے بھرے ہوئے ہیں۔ عقل کا گھر اُن دلوں میں ہے جو اپنے خیالات کی طرف متوجہ ہیں۔

کوپر

لیڈی رابرٹس

یہ ضرب المثل کہ آدمی کی بھلی یا بُری تقدیر اس کی بیوی ہوتی ہے - اچھی طرح ثابت ہوگئی کیونکہ یہ بیوی کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنے شوہر کو اس کے چال چلن کی درستی میں بھی ہر روز بلکہ ہر لمحہ براہ راست مدد دے - اور اپنی عادتوں اور خصلتوں سے بھی اس پر اپنا اثر ڈالے اور یہ یاد رکھیئے کہ صرف بیوی ہی وہ طاقت ہے جو خاوند کو بگاڑ اور بنا سکتی ہے - تاریخ ایسی بیویوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ خانہ داری کے جھگڑوں کے علاوہ اپنے شوہروں کو خوش کرنے میں بسر کیا ہے -

مثال کے واسطے ہمارے زمانہ کی مشہور عورت لیڈی رابرٹ کی زندگی کافی ہے - لارڈ روبرٹ چونکہ ہندوستان میں کمانڈر انچیف رہے ہیں - اس لئے کم لوگ ان کے نام سے ناواقف ہوں گے -

لیڈی روبرٹ پچاس سال سے زیادہ اپنے خاوند کی سچی مددگار رہیں - اور کبھی اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کی ذاتی خواہشیں خاوند کے

راستہ میں حائل ہوں انہوں نے کبھی بیوی ہونے کا وہ فائدہ حاصل نہ کیا جو خاوند کے فرائض یا آیندہ ترقی میں روڑا اٹکاتا۔

مئی ۱۸۵۹ء میں جب لیڈی روبرٹ تین چار روز کی دلہن تھیں دولہا کی طلبی سرکاری طور پر ہوئی۔ اور یہ حکم ملا کہ اگر وہ اس چھٹی پر رہنا چاہتے ہیں جس کی درخواست کی ہے تو موقوفی لازمی نتیجہ ہے۔

بلا کسی توقف اور تردد کے دلہن نے صلاح دی کہ ہم کو فوراً ہندوستان روانہ ہو جانا چاہیئے۔ اور ایک الوداعی نظر وطن پر ڈالکر نوعمر آئرش دلہن جو سرد ملک کی آب وہوا میں پلی تھی۔ جولائی کے خطرناک سمندر کی مسافت برداشت کرنے کو چل کھڑی ہوئی۔ موسم اس قدر گرم اور پانی اس قدر چنچل تھا کہ جہاز کے کپتان کو دن میں دو دو تین تین مرتبہ مسافروں کی صحت پر خاص طور سے توجہ کرنی پڑتی تھی۔

خلیج بنگال میں مونسون شروع ہو چکا تھا۔ اور جہاز ایسی دقتوں میں گرفتار ہوا کہ بعض مسافر مجبور واپس ہوئے۔ مگر لیڈی رابرٹ اسوجہ سے واپس نہ ہوئیں کہ وہ ایک غمگسار بیوی نہ کہلائی جاتیں۔

کلکتہ پہونچتے ہی رابرٹ صاحب کو مُرار روانہ ہونے کا حکم ملا جو اگست کے مہینہ میں نہایت ہی گرم مقام تھا۔ اور دولہا دلہن مُرار پہونچے۔ ابھی دو راتیں بھی نہ گذری تھیں کہ خاوند کو پھر کلکتہ آنیکا حکم ملا۔ اور وہ بیوی کو پردیس میں تن تنہا چھوڑ کر پھر کلکتہ چلے۔

اس وقت مسز رابرٹ پر بیماری کا غلبہ ہوا۔ اور گو ہر شخص غیر تھا۔ مگر

ان کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ انہوں نے اپنے شوہر کو اپنی اس حالت کی اطلاع بھی نہ دی۔جوان کو پریشان کرتی۔ آخر جدائی کا زمانہ ختم ہوا۔ اور میاں بیوی کو ایک اور سفر پیش آیا۔ ابھی بیماری کا ضعف اور سفر کی تکان رفع نہ ہوئی تھی کہ زمانہ کو لیڈی رابرٹ کی محنت و ہمت کا بدلہ دینا پڑا اور لفٹنٹ دولہا کو چھ مہینے کے واسطے لارڈ کنگ کے دورۂ ہندوستان میں کوارٹر ماسٹر جنرل ہونے کا حکم ملا تمام کیمپ کا انتظام بڑا سخت کام تھا مگر مسز رابرٹ نے اپنی صحت کو بالکل بھلا کر اس سفر میں بھی شوہر کا ساتھ دیا۔ اور ان مقامات کو جو دو سال پہلے غدر کی وجہ سے شہرت حاصل کر چکے تھے دلچسپی سے دیکھا۔ دلی کا وہ منظر جہاں خاوند لفٹنٹ کی حیثیت سے لڑا اور فتح کی عزت حاصل کی۔ نہایت مؤثر نظارہ تھا۔ اور اگر پہلے نہیں تو آج لیڈی رابرٹ نے اپنے تئیں ایک سپاہی کی بیوی تسلیم کیا۔ جرأت وفاداری فوائد و نقصان سب کو مانا اور ہر نتیجہ کو دماغ میں جگہ دیدی۔

روز بروز اور لمحہ بہ لمحہ لیڈی رابرٹ اپنے بہادر خاوند کے دل کو فتح کرتی رہیں لارڈ رابرٹ کی مشہور کتاب "اکتالیس[۴] برس ہندوستان میں" اس کا ثبوت ہے جس میں مصنف نے صاف طور پر لکھدیا ہے کہ "اگر پیاری بیوی کی محبت ساتھ نہ ہوتی تو یہ زمانہ ہرگز خوشگوار نہ ہوتا"۔

جب ایک سال مارچ میں شوہر کو کلکتہ کا حکم ملا تو بیوی شملہ سے

ملنے آئیں۔ یہ وقت تھا کہ لارڈ رابرٹ ہیضہ کے کیمپ کا معائنہ کر رہے تھے۔ برسات شروع ہو چکی تھی، اور بیوی کا اصرار ساتھ چلنے پر تھا کہ سرحد کی لڑائی شروع ہوئی۔ اور لارڈ رابرٹ کو روانگی کا حکم ملا۔ موقعہ نازک، خطرے کی جگہ، اور تکلیف کا گھر تھا۔ جہاں تک امکان میں تھا غمگسار بیوی نے وہاں تک شوہر کو پہونچایا۔ جنگ نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکی تھی۔ آخر وہ مقام آ پہونچا جس کے آگے قدم دھرنا عورت کے واسطے اندیشہ سے خالی نہ تھا۔ وطن کو تنہا روانہ ہونے سے پہلے بیوی نے ایک حسرت بھری نظر خاوند کے چہرہ پر ڈالی، اور رخصت کیا۔ افغانستان کی دوسری مہم سے قبل جب تمام خط وکتابت کے رستہ بند ہو چکے تھے۔ تار ٹوٹنے سے چند لمحہ پہلے، خاوند کو بیوی کا تار ملا۔ جس میں سچی محبت کا اظہار خاوند کو خدا حافظ کرنے میں تھا۔

لیڈی رابرٹ نے اب اپنے وقت کو فوجی ہسپتالوں کی درستی میں صرف کیا۔ جس کی یادگار بھی تمام ہندوستان میں موجود ہے۔

لارڈ رابرٹ کی کامیاب واپسی پر لیڈی رابرٹ اپنی کوششوں میں مصروف رہیں اور ہندوستان میں وہ یادگار قائم کی جو ہمیشہ ان کا نام زندہ رکھے گی۔

۱۸۸۶ء کی مہم چین شروع ہو چکی تھی کہ ایک رات لارڈ کلائنڈ نے لیڈی رابرٹ کی دعوت کی۔ اور اثنار گفتگو میں کہا "تم کو میرا

ممنون ہونا چاہیئے کہ میں نے تمہارے شوہر کو تمہاری وجہ سے لڑائی پر نہ بھیجا" اتنا سنتے ہی لیڈی رابرٹ کی تیوری پر بل آگیا اور کہا کہ "آپ نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ میرے شوہر کو اپنی شادی کرنے پر افسوس ہو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ میرا وجود اسکی زندگی برباد کر رہا ہے"

ایسی قابل اور بے مثل بیوی کا یہ فعل تعجب انگیز نہیں ہے کہ جب اس کا شوہر لڑائی پر جانے کو تیار ہوا تو اس نے اپنے اکلوتے بچہ کی موت کی خبر سنی اور اپنے وقت کا ایک لمحہ بھی رونے پیٹنے میں صرف نہ کیا اور خاوند کے ساتھ روانہ ہو گئی - تاکہ میدان جنگ میں اس کی غمگساری کرے - دل بہلائے - اور بچہ کی موت سے باپ کا جو نقصان ہوا اس کی تلافی کرے -

۱۳

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذرا سی سردی لگی، معدہ میں کچھ خرابی ہوئی اور زکام ہو گیا - تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر ایسی عورتیں ہر روز صبح کے وقت ٹھنڈے پانی سے غسل کریں - اور اگر ٹھنڈے سے نہ کر سکیں تو گرم سے - موزے پہنیں - کھٹی اور دیر ہضم چیزوں کے کھانے سے پرہیز کریں تو بہت مفید ہو گا -

عورت کی قومی خدمات

یقیناً انسان کا کوئی فعل اس سے زیادہ ناپاک نہیں ہوسکتا کہ دوسری انسانی زندگی کی تباہی بربادی یا خاتمہ کا باعث ہو اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ہر ہستی خواہ وہ مسلسل علالت کی وجہ سے یا حوادث و افکار کی وجہ سے بیکار ہو جانے کے بعد چاہے مرد ہو یا عورت ہماری ہمدردی کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اس قسم کی علالت یا حوادث کا شکار مرد زیادہ ہوتے ہیں، یا عورتیں ایک مستقل بحث ہے۔ بعض مرد کے طرفدار ہوں گے۔ بعض عورت کے۔ ہمارے پاس اس فیصلہ کے واسطے کوئی قطعی ذریعہ نہیں ہے۔ مگر میں مرد کے مقابلہ میں عورت کا طرفدار ہونگا اور اس کی دو وجوہ میرے پاس ہیں ایک اس کی جسمانی ساخت اور ایک اس کی فطرت اگر ایمان سے مقابلہ کیا جائے تو اس کی ساخت جسمانی مرد کے مقابلہ میں زیادہ کمزور ثابت ہوگی۔ اور جس طرح یہ واقعہ ہے اسی طرح یہ بھی کہ متاثر ہونے کا مادہ مرد سے عورت میں زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمدردی کا مادّہ بھی عورت میں زیادہ ہے جس کے یہ معنی

ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ذاتی معاملات کے علاوہ گردوپیش کے واقعات سے بھی متاثر ہوتی ہے۔ وہ خودغرض کم ہے اور اس میں ایثار اور قربانی کا مادہ زیادہ ہے۔ وہ بمقابلہ اپنی صحت کے دوسروں کی صحت کی جیسے شوہر یا بچے زیادہ متمنی ہے اور بالخصوص مشرق میں اس لئے اگر عورت بیوی یا ماں ہو تو اس کی علالت یا فکر کا اثر خانہ داری پر زیادہ پڑے گا بمقابلہ مرد کے خواہ وہ کچھ ہی ہو۔ فطرت نے چونکہ اس میں ہمدردی کا مادہ بھر دیا ہے اس لئے یوں تو وہ بہت سے کام کرکے خوش ہوتی ہے۔ مگر دوسروں کو مدد پہنچا کر بہت زیادہ خوش ہوتی ہے۔ اور اس قوت کا زائل ہونا کہ وہ دوسروں کے کام نہ آسکے اس کی روح کے واسطے ایک مستقل صدمہ ہے۔ میری یہ تمام دلیلیں عورت کے حق میں ہیں۔ مگر جس طرح ہر کلیہ میں استثنار ہوتا ہے اسی طرح ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جنکی عمر ہمیشہ نخوت غرور خودغرضی اور خود بینی کے جھولے میں جھولتی رہتی ہے اسی لئے ایسی عورتوں کا وجود سوسائٹی میں شمار کرنے کے قابل نہیں۔ اگر اب بھی یہ دلائل ناکافی ہیں تو اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ عورت کا عظیم الشان صدمہ یہ ہوگا کہ وہ گھر کی سلطنت میں اپنی حکومت کرنے سے روک دی جائے۔ ایک حساس قلب کے واسطے اور عورت سے زیادہ حساس دل کیا ہوگا۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے اور ایمان سے کہا جائے تو اس سے زیادہ صدمہ نہیں ہوسکتا کہ اس کی زندگی معطل کر دی جائے ایک محبت بھرے دل کے واسطے اور عورت سے زیادہ محبت

بھرا دل کیا ہوگا - یہ صدمہ قیامت خیز ہے کہ وہ محبت سے محروم کردی جائے - یہ ہی وہ ناز ہے جو بہت سی عورتوں کے نازک دلوں کو گھن کی طرح کھا گیا - اور یہ ہی وہ وقت ہے جب عورت کو اپنی زندگی وبال معلوم ہوتی ہے - اور اس موقع پر اس کا یہ خیال قیامت ہے کہ جب میں دنیا میں کسی کام کی نہیں اور بنی نوع انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی تو جس قدر جلد یہ جسم بے جان ہو جائے اسی قدر اچھا ہے میں اب اس زندگی کی بربادی کے سبب دیکھتا ہوں - عورت کی یہ حالت پیدا کرنے والا صرف مرد یا اس کی بے التفاتی ہے لیکن مرد کی خود غرضی ایک مشہور فرانسیسی فلاسفر کے اس مقولہ کے بعد بھی ختم نہ ہو تو تعجب ہے کہ " قاتل خوش ہے کہ اس نے دشمن کو قتل کر دیا - مگر اس کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے تھا کہ جو زندگی قانون قدرت کے تحت میں ختم کی طرف جا رہی ہے - اس کو ختم کرنا کمال نہیں ہے - وہ خود ہی ختم ہونے والی تھی - شام کو نہ ہوئی دوپہر کو ہوئی - ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ہم ایسی عورتوں کے واسطے جو شوہروں کے مظالم کا شکار ہوں کیا کر سکتے ہیں - میرا عقیدہ یہ ہے کہ تکلیف میں بھی قدرت کا کوئی بھید ہوتا ہے - جو اس کی رحمت کی صورت میں نازل ہوتا ہے - اس یقین کے بعد سوسائٹی کا یہ فرض ہے کہ اگر شوہر اس کے خانگی اختیارات ختم کر دے تو ہم اس کے اختیارات گھر سے نکال کر قوم اور ملک تک وسیع کر دیں - اور اس کو یقین دلا دیں

کہ اس کی زندگی بیکار نہیں بلکہ قوم اور ملک کے لئے مفید ہے یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس کو ان ذرائع تک پہنچا دیں جہاں وہ قوم اور ملک کی مفید ممبر بن سکتی ہے۔ اسی جگہ سے اس کی وہ توقعات جو شوہر کی ذات سے تھیں خدائے حقیقی کی ذات سے بدل جاتی ہیں اور وہ اس خدمت میں اس طرح مصروف ہو جاتی ہے۔ گویا وہ اسی کے واسطے بنائی گئی تھی۔ وہ مرد کی بے وفائی کو بھول جاتی ہے۔ نجات کا نورانی چہرہ اس کے سامنے روشن ہو جاتا ہے۔ اور ایک زبردست ہاتھ اس کی پشت پر آکر دل بڑھاتا، اُمیدیں دلاتا اور اس کی تکلیفوں کو راحتوں سے بدل دیتا ہے اور یہ

"خدا کا ہاتھ ہے"

سنہ ۲۲ء

لارڈ ایوبری جن کی عمر اب ۷۵ برس کی ہے اور جن کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ انگلستان بھر میں پہلا شخص ہوں جس کی تصویر فوٹوگراف کے ذریعہ سے اُتاری گئی۔ ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ "صحت قائم رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان کم کھائے کم پیئے۔ مگر جس قدر زیادہ ممکن ہو کھلی ہوئی ہوا میں رہے اور کسی قسم کا رنج و غم اپنے پاس نہ پھٹکنے دے۔

کتّے کی قبر

سینٹ برنارڈ میں ایک چھوٹا سا مقبرہ ہے جو یہاں کے سیاحوں کے واسطے ایک نہایت دلچسپ اور دیکھنے کے قابل جگہ ہے۔ یہ مقبرہ ایک کتّے کا ہے جس کا نام بیری تھا اور جس کو مرے ہوئے چند سال گذرے۔

وائڈ ورلڈ میگزین کا بیان ہے کہ اس دس سال کے عرصہ میں جبتک یہ کتّا اس نواح میں زندہ رہا اس نے چالیس ایسے آدمیوں کی جانیں بچائیں جو برف میں اپنا رستہ بھول گئے تھے۔ ایک موقع پر اس نے دیکھا کہ ایک دس برس کا بچہ برف میں بیخبر دبا پڑا ہے۔ کتّے نے اپنے سانس سے اور چاٹ چاٹ کر اس بچے کو ہوشیار کیا۔ اور اس کے بعد اس کے برابر اس طرح لیٹا کہ بچہ پیٹھ پر چڑھ جائے۔ چنانچہ بچہ پیٹھ پر چڑھ گیا اور بیری اس بچے کو خشکی پر لے آیا۔

افسوس کسی ناواقف آدمی نے (غالباً غلطی سے) اس کتّے کو مار ڈالا۔ اُس کی قبر پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ وہ بہادر بیری جس نے چالیس آدمیوں کی جانیں بچائیں اور اکتالیسویں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سنہ ۹ء

انمول موتی

(۱) وہ شخص جو (بدلائل) بحث کرنا نہ چاہے۔ ضدی اور ہٹ دھرم ہے اور جو بحث کر ہی نہ سکتا ہو بیوقوف اور بے عقل ہے۔ اور جو بحث کرنیکی جرأت ہی نہ رکھتا ہو آزاد نہیں ہے غلام ہے۔ (۲) جو شخص کبھی اپنی رائے نہ بدلے کبھی اپنی غلطی کی اصلاح نہیں کرسکتا (۳) جو شخص دوسروں کی بھلائی چاہتا ہے اس کی اپنی بھلائی پہلے ہوجاتی ہے۔

(۴) ہمارے اعمال یا افعال جو ہم سے سرزد ہوئے ہیں ہمارے اپنے بچوں کی طرح ہیں۔ ہمارے بچے ہماری ذات سے علیحدہ رہتے ہیں۔ اور ہماری مرضی کے مطابق سب کچھ کرتے ہیں۔ بچوں کا گلا گھونٹ دینا ممکن ہے لیکن اپنے افعال کا نہیں وہ ہمارے بعد بھی ہمیشہ رہیں گے۔ اس لئے پہلے ہی انسان کو احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

(۵) بڑے رتبہ کے شخص کے لئے جھک جانا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ادنیٰ درجہ کا آدمی اوپر اُٹھ سکے۔

سنہ ۱۰ء

بچّوں کو تاریخ کی تعلیم

مس ایمس میکڈانل کا تجربہ ہے کہ بچوں کو تاریخ یاد کروانے کا سب سے بہتر طریقہ کھیل ہے۔ اور بچے خواہ وہ ابھی تین چار برس کے کیوں نہ ہوں بمقابلے کتاب کے اس طریقے سے تاریخ اچھی طرح یاد کر سکتے ہیں کہ تھیٹر بنائیں اور جگ بیتی کو اپنی بیتی کر دکھائیں۔

مس موصوفہ لکھتی ہیں کہ چند سال تک ہر جاڑے میں تقریباً بیس لڑکے اور لڑکیاں میں جمع کر لیتی تھی۔ اور اُن کو اپنے اپنے کام بتا دیتی تھی۔ کوئی بادشاہ بنتا تھا کوئی ملکہ بنتی تھی اور اس طرح جو کچھ ان کو آئندہ عمر میں یاد کرنا تھا وہ پہلے ہی سے حرف بحرف ادا کر لیتے تھے۔

مس صاحبہ کو یقین ہے کہ یہ لڑکے اور لڑکیاں جن کے خیالات بچپن ہی سے اتنے اعلیٰ ہیں۔ عمر کے باقی حصے میں بڑے بڑے کام انجام دیں گے۔

چونکہ مس ایمس میکڈانل کے خیالات مغربی طرزِ معاشرت سے متعلق ہیں۔ اس لئے ہم شاید بآسانی اور جلد اس گراں بہا نصیحت پر عمل کرنے سے مجبور ہیں۔ لیکن کیا اچھا ہو اگر ہمارے ملک کی خواتین اس تدبیر سے یہ نتیجہ نکالیں کہ خود تاریخ سے اچھی طرح واقف ہوں اور جس وقت اپنے پیارے بچّوں کو کلیجہ سے لگا کر بیٹھیں تو بجائے چڑے چڑیا کی کہانی کے تاریخی واقعات بیان کریں۔

سنہ ۹ء

بچوں کے رنج

مسز نیش لکھتی ہیں کہ بچوں کی طبیعت میں ایک نہایت ہی خوش کرنے والی اور ساتھ ہی اُس کے بیحد مؤثر اور درد آمیز بات یہ ہے کہ ان کو اپنے خیالات کے غلط ہونے کا کبھی وہم وگمان بھی نہیں ہوتا - ایک چھوٹے سے بچے کو خفیف سا رنج بھی ایک سانحہ ہے اور ایسا سانحہ جس میں اُمید کا پہلو ہی نہیں مگر درحقیقت وہ اپریل کے مہینے کا چھینٹا ہے کہ پانی ابھی برس رہا تھا - اور ابھی دھوپ نکل آئی لمبے لمبے آنسوؤں کے بدلے پیارے پیارے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے - حالانکہ ابھی نازک رخسار آنسوؤں سے تر ہیں - اور ننھے سے دل پر سبکی کا اثر موجود ہے -

بچے کھیلنے کے شوقین ہیں اور جو چیز ہم کو بعض دفعہ تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے اُن میں اُس کے نقل کرنے کا مادہ موجود ہے - مثلاً خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ تصنع - بہانہ بازی پسند کرتے ہیں - اور ہم ان باتوں کو پسند نہیں کرتے - مگر پھر بھی ہم سے انکا ارتکاب

ہوتا ہے۔ بسا اوقات ہم مغموم ہوتے ہیں اور ظاہر یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں یہاں تک کہ بعض دفعہ محبت کے اظہار میں بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ لیکن بچوں کے کھیل اور نقلیں نہ جھوٹ ہے نہ مکر۔ وہ اس کو بالکل واقعی سمجھتے ہیں۔

میں ایک ماں کو جانتی ہوں جو یہ چاہتی تھی کہ اس کا چھوٹا لڑکا جہاز رانی کے کام میں جائے اور اس لئے اُس نے بچپن ہی میں اس کو چھوٹے چھوٹے جہاز ملاحوں کے لڑکے اور ہر قسم کے کھلونے جہاز رانی کے متعلق دلوائے۔ ابھی وہ پانچ ہی برس کا تھا کہ اُس کو امیر البحر کہہ کر پکارنے لگی ماں کی اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ امیر البحر بن کر چلتا تھا تو اُس کی چال ڈھال وضع قطع میں باوجود بچپن کی نشانیوں کے تصنع نہ معلوم ہوتا تھا۔ ایک روز اُس کے باپ کا کوئی دوست آیا اور لڑکے سے کہنے لگا جناب میں تو فقط کپتان ہوں مگر سُنتا ہوں کہ آپ امیر البحر ہیں لڑکے نے نہایت سنجیدگی سے مگر تیوری پر بل ڈال کر کہا ہاں یہ درست ہے مگر جب تم کپتان ہو تو تم کو پہلے مجھے باقاعدہ سلام کرنا چاہیئے تھا۔ کپتان یہ سُنکر اُٹھا اور نہایت ادب سے سلام کیا جس کا جواب لڑکے نے نہایت معقول اور افسرانہ طریقہ سے دیا۔

سنہ ۹ء

ماؤں کیواسطے سنہری اصول

ماں بیٹیوں کی ذمہ داری ہر لڑکی کی ماکو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اپنی بیٹی کو اچھی بیوی بنا دینا ہے۔ یہ مقصد خانہ داری کے انتظام سے بھی زیادہ ضروری ہے اور ہر بیٹی کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ جو غلطیاں وہ ماکو خانہ داری میں کرتے دیکھ رہی ہے اس پر خوب غور کرے اور یہ ارادہ کرلے کہ جب میں گھروالی ہوں گی تو یہ غلطیاں میں نہ کرونگی۔ اس کے سپرد چاہے ایک چھوٹے سے پودے ہی کی حفاظت کیوں نہو۔ وہ اس کی ضرورتوں میں غفلت نہ کرے اور یہ جان لے کہ آج اگر وہ اس ذمہ داری کو پورا کررہی ہے تو کل بہت بڑی ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں بھی وہ نہ گھبرائے گی۔

بچے کیوں کر بگڑتے ہیں ۔ ان کے قصوروں پر ہنسو ان کے جھوٹ بولنے کی پروانہ کرو۔ ان سے خود جھوٹ بلوان کی ضدیں پوری کرو ان پہ ہروقت چیختے چلاتے رہو۔ اگر ان سے اتفاقیہ کوئی چیز ٹوٹ جائے تو مار دو ان کے کھیلوں کی طرف مطلق توجہ نہ کرو۔ جب وہ کچھ پوچھیں تو جھڑک دو۔ ان کو گلی کوچوں میں کھیلنے دو ان کی ضرورتوں کا کبھی خیال نہ کرو انکے استادوں کے برخلاف رہو۔ ان کے کھلونے فضول سمجھو۔ اور یہ بھول جاؤ کہ کبھی تم

ماں اور ڈاکٹر

سوال - کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ میں اپنے چھوٹے سے لڑکے کیلئے کیا کروں جس کے سر پر بہت پسینہ آتا ہے۔ پسینہ یا تو سوتے میں یا کھیل کود کی مشقت میں آجاتا ہے وہ کبھی طاقتور نہیں ہوا بلکہ برخلاف اس کے ہمیشہ سے کمزور ہے۔

جواب - جس بات کی آپ شکایت کرتی ہیں وہ عام کمزوری ہے آپ کو اُسے کھیل میں اتنی مشقت نہ کرنے دینا چاہیئے اس کے قواعد کو مضبوطی کی ضرورت ہے۔ اس کو مقوی غذائیں دینی چاہئیں اور تازہ ہوا جس قدر ممکن ہو اس کو ہڈی مضبوط کرنے والی غذائیں مثلاً ملائی گوشت انڈے۔ سبز ترکاریاں۔ میوہ جات وغیرہ دینے چاہئیں۔ اور گرم دودھ جس قدر کہ تم اس کو دے سکو۔ اس کو روزانہ شیر گرم پانی کا جس میں ایک مٹھی بھر نمک پڑا ہوا ہو غسل دینا چاہیئے۔ رفتہ رفتہ اس کو اس بات کا عادی کرو کہ غسل کے بعد ٹھنڈے پانی میں اسپنج بھگو کر تمام جسم کو رگڑو پہلے شیر گرم پانی سے شروع کرو اور رفتہ رفتہ اس کو سرد کرتی جاؤ۔

سوال - کیا آپ مجھکو ہدایت کریں گی کہ میری لڑکی چار برس کی کھانے کے بعد معدے میں درد کی اکثر شکایت کرتی رہتی ہے اسکو قبض نہیں ہے۔ اور خاصی تندرست معلوم ہوتی ہے میں اس کو

دودھ بکثرت پلاتی رہتی ہوں۔

جواب۔آپ کی لڑکی کو ہاضمہ کی شکایت ہے۔مہربانی فرماکر اس کو اس قدر دودھ نہ دیا کیجئے جتنا کہ آپ دیتی ہیں۔اور اگر دیں بھی تو گرم دودھ دیجئے۔بچوں کو دوپہر کے کھانے کے ساتھ دودھ نہیں دینا چاہیئے۔اس سے زیادتی ہوجاتی ہے۔کیونکہ دودھ بجائے خود ایک غذا ہے اس کے بدلے گرم لیمونیڈ جو تازہ لیموؤں سے بنایا گیا ہو بہتر ہے یا پتلا جو کا پانی اور اس میں تھوڑا سا لائم جوس ملا ہوا بھی وہی اثر رکھتا ہے۔

سوال۔میں دیکھتی ہوں کہ آپ بچوں کے سینوں کو نمک کے پانی سے اسپنج کے ساتھ رگڑنے کی صلاح دیتی ہیں۔مجھکو پھیپھڑوں کی کمزوری کی شکایت ہے۔اور اکثر زکام و نزلہ ہوجاتا ہے کیا یہ عمل میرے واسطے بھی مفید ہوگا؟

جواب۔بیشک یہ ٹھنڈے نمکین پانی کا علاج تمہارے واسطے بہت مفید ہوگا۔اپنی کمر کے گرد ایک کپڑا لپیٹ لو اور ٹھنڈے پانی کے برتن کے پاس جس میں ایک مٹھی بھر نمک پڑا ہوا ہو کھڑی ہوجاؤ اور آزادی سے اپنی گردن اور سینہ کو اسپنج سے بھگو بھگو کر رگڑو پھر ایک خشک تولیہ سے اتنا رگڑ کر پونچھو کہ جسم سرخ ہوجائے اور ایک چمچہ بھر ناریل کا تیل لیکر ملو۔تاوقتیکہ وہ جذب ہوجائے۔

سنہ ۱۰ء

مصوّرِ غم

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری (خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) شاہجہاں آباد کے اُس مقتدر اور ممتاز خاندان کے فرزند رشید تھے جسے خاندان شاہان مغلیہ کے اُستاد ہونیکا نسلاً بعد نسلاً فخر حاصل رہا جس نے مولوی عبد الخالق صاحب مرحوم مولوی عبد القادر صاحب مرحوم اور ہندوستان کے مشہور سحر البیان مولوی عبد الرب مغفور بانی جامع مسجد سہارنپور جیسے جید علماء اور قرآن و حدیث کے نامور ماہرین پیدا کئے۔ یہ اجڑے دیار کا وہ نامور خاندان تھا جس کی بیٹیاں حافظ، حاجیہ، قاریہ ام عطیہ النساء مرحومہ (چھوٹی استانی جی) اور حاجیہ ام ذکیہ مرحومہ جیسی مشہور عالمہ فاضلہ خواتین اور جس کے داماد شمس العلما مولوی نذیر احمد مرحوم جیسے نامور بزرگ تھے۔ حضرت علامہ مغفور بمقام دہلی جنوری ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ اور ابھی نو دس برس ہی کے تھے کہ ان کے والد ماجد مولوی حافظ عبد الواجد صاحب نے حیدر آباد دکن میں جہاں وہ محکمۂ بندوبست میں افسر اعلیٰ تھے، انتقال فرمایا۔ اور حضرت علامہ مرحوم کی تعلیم و تربیت ان کے دادا اور چچا حضرت مولوی عبد القادر صاحب مرحوم اور خان بہادر مولوی عبد الحامد صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر کی نگرانی میں ہونے لگی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب انگریزی تعلیم کو مسلمان کفر سمجھ رہے تھے۔ اس لئے حضرت علامہ مغفور نے اُردو فارسی عربی وغیرہ گھر پر پڑھی۔ پھر انگریزی تعلیم دہلی کے عربک اسکول میں ہوئی مگر انہوں نے اپنے شوق سے اسے بہت کچھ ترقی دی۔ مولوی نذیر احمد مرحوم (جو علامہ مرحوم کے حقیقی پھوپا تھے) اور مولانا حالی مرحوم کی شاگردی نے علامہ مغفور کی قابلیت کی ترقی میں چار چاند لگا دیئے۔ ابھی حضرت علامہ انٹرنس ہی میں تھے کہ ان کی ذہانت کا چرچا ہونے لگا۔

تکمیل تعلیم کے بعد مولوی عبد الرحیم صاحب بانی جامع مسجد جھجر کی اکلوتی صاحبزادی سے جنوری ۱۸۹۰ء میں شادی ہوئی۔ اور ۱۸۹۱ء میں محکمۂ بندوبست کے انگریزی دفتر میں ملازمت شروع کی۔ مگر ملازمت کی پابندی حضرت علامہ کی طبیعت کے خلاف تھی۔ اور دفتر کے خشک کاموں میں جی نہ لگتا تھا۔ پھر علامہ مرحوم کی والدہ مرحومہ اپنے اکلوتے بیٹے کی جدائی زیادہ روز کے لئے گوارا نہ کر سکتی تھیں۔ ان وجوہ سے جم کر ایک جگہ نوکری نہ کی۔ اور ترقی کے نہایت معقول ... اور قسمت آزمانے پر ان کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی۔ اور سانڈن پور، میرٹھ، علی گڈھ، دہرہ دون

کی تبدیلی ہوتی رہی آخر دلی کے پوسٹل آڈٹ آفس میں تبدیل ہوئے مگر چند سال گذرے تھے کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں اٹھارہ انیس سال کی ملازمت سے استعفا دے دیا۔

حضرت علامہ راشد الخیری رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی تصنیف "حیات صالحہ" یا "صالحات" ہے جو سنہ ۱۸۹۵ء میں لکھی گئی۔ سنہ ۱۸۹۸ء میں دوسری تصنیف "منازل السائرہ" ختم کی۔ ان دونوں اصلاحی ناولوں کی اشاعت کے بعد حضرت علامہ مغفور کا شہرہ ایک مقبول پایہ مصنف کی حیثیت سے بلند ہونا شروع ہوا۔ سنہ ۱۹۰۳ء سے رسالہ "مخزن" میں افسانے اور مضامین شائع ہونے لگے۔ پھر "صبح زندگی" شائع ہوئی اور دلی کے باکمال ادیب کی طرز تحریر کی دلآویزی، زبان کی شیرینی، اور واقعات کے پیرایہ بیان کی دردانگیزی کی دھوم مچنے لگی۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں رسالہ "عصمت" جاری کیا جو ۴۲ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے اور ہندوستان کا بہترین زنانہ پرچہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں حقوق نسواں کی حمایت میں رسالہ "تمدن" جاری کیا جو ۵ سال تک بڑی خوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ سنہ ۱۵ء میں اخبار "سہیلی" جاری فرمایا مگر سنہ ۱۶ء میں دفتر عصمت میں قیامت کی آگ لگی اور سہیلی جاری نہ رہ سکا۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں "شام زندگی" شائع ہوئی اور اسے وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ پہلے ہی سال میں تین مرتبہ چھپی۔ اس کتاب نے قوم سے حضرت علامہ مغفور کو مصور غم کا خطاب دلوایا۔ اب اردو کے بیمثل مصنف نے تصانیف کا ڈھیر لگا دیا اور دو درجن کے قریب ضخیم کتابیں سنہ ۱۷ء سے سنہ ۲۳ء تک کے زمانہ میں لکھ ڈالیں جو مختلف حضرات نے شائع کیں۔ اور بقول ایک ادیب "لاکھوں روپیہ پیدا کیا"۔ حضرت مصور غم نے اپنی تصانیف کی جو مقبولیت دیکھی شاید اردو کے کسی مصنف کو دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ ایک دو نہیں درجنوں کتابیں آٹھ آٹھ دس دس سال کے عرصہ میں دس دس بارہ بارہ دفعہ چھپیں۔ بلکہ "صبح زندگی" "شام زندگی" وغیرہ کے تو پندرہ پندرہ بیس بیس ایڈیشن شائع ہوئے۔ آخری دو کتابیں "آمنہ کا لال" "سیدہ کا لال" بھی چار ساڑھے چار سال میں ہزاروں کی تعداد میں پانچ دفعہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں۔

سنہ ۱۹۱۸ء میں پنجاب یونیورسٹی نے اردو کورس علامہ مغفور سے صحیح کرائے۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں نیشنل یونیورسٹی نے سب سے پہلا اردو ممتحن مقرر کیا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں حکومت بہار واڑیسہ نے شمالی ہند سے بحیثیت ماہر اردو کے اردو ہندی کی ترقی کے سلسلے میں حضرت مرحوم سے بیش بہا مشورے کئے

سنہ ۱۹۲۲ء میں مسلمان بچیوں کے لئے تربیت گاہ بنات قائم کی جس سے ہندوستان کے مختلف حصوں کی سینکڑوں خوشحال اور یتیم و نادار بچیوں نے بحیثیت بورڈر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اور جس سے ہزاروں غریب کم استطاعت بچیاں زیور تعلیم سے آراستہ ہوئیں

اس مدرسہ کے لئے بیگم صاحبہ محترمہ کے ساتھ علامہ مغفور باوجود پیرانہ سالی کے ہندوستان کے کسی صوبہ کا سال میں چھ سات مہینہ کا دورہ فرماتے تھے۔ مدرسہ کے کاموں میں محترمہ بیگم راشدالخیری صاحبہ حضرت علامہ مرحوم کی برابر کی شریک رہیں۔ ۲۴ء میں مسلمان بچیوں کے لئے رسالہ "بنات" جاری فرمایا۔ ۳۴ء میں علامہ مغفور کی مرحومہ بہو محترمہ خاتون اکرم کی یادگار میں زنانہ دستکاری کا رسالہ "جوہر نسواں" جاری ہوا۔ حضرت علامہ راشدالخیری کی (خدا انہیں غریق رحمت فرمائے) خودداری بڑے آدمیوں اور باا ثر و بارسوخ لوگوں سے ملنے جلنے کو کبھی درست نہ سمجھتی تھی۔ نام ونمود شہرت وخودستائی جلسوں اور بے نتیجہ تقریروں سے سخت نفرت تھی۔ کسی جلسہ یا کسی تحریک میں حصہ نہ لیتے تھے۔ حضرت مصورِ غم نے خاموشی کے ساتھ مسلسل چالیس سال تک تصانیف اور رسالوں کے ذریعہ خواتین ہند اور ادب اُردو کی جو زبردست شاندار خدمات انجام دیں وہ اس قدر گراں بہا اور عظیم الشان ہیں کہ مشہور ادیبوں اور رہنمایانِ قوم کا فیصلہ ہے کہ ان کی نظیر نہیں نکل سکتی۔ اصلاح نسواں اور حقوق نسواں کے لئے حضرت علامہ راشدالخیری علیہ الرحمۃ کی کوششیں کبھی فراموش نہ ہوسکیں گی۔ مصورِ غم ہی کی تحریروں سے عورتوں کی مظلومیت پر مردوں کے دل پسیجے۔ مصورِ غم ہی کے لٹریچر سے عورتوں کو اپنی اصلاح وترقی کا احساس پیدا ہوگیا۔ اور گذشتہ تہائی صدی میں خواتین ہند میں جو تھوڑی بہت بیداری پیدا ہوئی ہے متفقہ طور پر اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اس میں بہت بڑا حصہ جنت نصیب حضرت علامہ راشدالخیری کی اَن تھک مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہے۔ حضرت مصورِ غم علیہ الرحمۃ مشرق کے بےمثل حزن نگار مصنف ہی نہ تھے مزاحیہ مضامین لکھنے میں بھی کمال رکھتے تھے۔ ناولسٹ بھی تھے، جرنلسٹ بھی، مختصر افسانہ نگار بھی تھے، شاعر بھی تھے، اور انشا پرداز بھی، مگر ہر حیثیت میں مصلح اور نسوانی جذبات کے ترجمان۔ ان کی تحریر کی طرح ان کی تقریروں اور لکچروں میں بھی خدا نے کچھ ایسا اثر اور آواز میں کچھ ایسا درد عطا فرمایا تھا کہ مجمع زار وقطار آنسو بہاتا تھا۔ حضرت علامہ مغفور میں مذہبی عنصر بہت غالب تھا۔ زمانۂ شباب میں علاوہ مذہب کے فارسی شاعروں اور انگریزی مصنفین کا بھی مطالعہ فرمایا تھا، حافظہ حیرت انگیز تھا۔ موسیقی سے بہت دلچسپی تھی انگریزی اور ہندوستانی بہت سے کھیل جانتے تھے۔ بدن کسرتی تھا، جسم دوہرا قد لمبا، چہرہ پر ولالت اور نور برستا تھا خانگی زندگی انتہائی کامیاب تھی۔ اور دیکھنے والوں کے لئے ہر حیثیت سے قابل رشک تھی۔ بے نظیر بیٹے، لاجواب بھائی، سعادتمند داماد، بےمثل شوہر، عاشق زار باپ، اور بہترین دوست ہمیشہ شاداں وخنداں رہتے تھے۔ ان کی بذلہ سنجی، لطیفہ گوئی اور زندہ دلی ان کے ملنے والے

بھلانے سے بھی نہیں بھول سکتے۔ جن کی قابلیت کا چارکھونٹ ڈنکا بج رہا تھا۔ جن کی شہرت اس دور کے بڑے بڑے مصنفوں اور رہنماؤں کے لئے باعث رشک تھی، جن کا نام عزت کے ساتھ جنکا ذکر محبت کے ساتھ لیا جاتا، اور کیا جاتا تھا۔ ان کی شرافت اور اخلاق سادگی اور وضعداری، مہمان نوازی اور انسانی ہمدردی دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتی تھی۔ ان کی عاجزی اور انکساری کا یہی ثبوت کچھ معمولی نہیں کہ ۶۰ کے قریب کتابیں زندگی میں شائع ہوگئیں۔ لیکن کسی کتاب میں تصویر شائع نہ کرنے دی۔ کسی کتاب کو کسی کے نام منسوب نہ کیا۔ کسی کتاب میں کسی کی تقریظ جائز نہ سمجھی۔ تین چار کتابوں میں دیباچے بھی مجبوراً لکھے۔ ورنہ سوائے ٹائیٹل پر نام آنے کے اپنا نام تک اپنی کتاب میں دوبارہ آنا پسند نہ فرمایا۔ صبروشکر توکل وقناعت ہمیشہ شیوہ رہا۔ اپنی حالت میں بے انتہا خوش رہے۔ رحمدلی مخلصانہ عملی ہمدردی، غیروں کی آگ میں کود پڑنا۔ دوسروں کے لئے سب کچھ لٹا دینا المختصر خدمت خلق اللہ حاصل عمر تھا۔ ۶۰ سال کی عمر تھی اور بظاہر صحت نہایت اچھی کہ دو ماہ بیمار رہ کر ۳ فروری ۳۶ء کی نحس صبح کو اجڑے دیار کے آخری باکمال مصنف کا سایہ قوم بدبخت کے سر سے اُٹھ گیا۔ مصور غم کی رحلت پر ہندوستان بھر کے ہر پڑھے لکھے گھرانے میں کہرام مچ گیا جگہ جگہ زنانہ اور مردانہ ماتمی جلسے ہوئے اور ہندوستان کے باہر ادب اُردو کا ذوق رکھنے والا ہر شخص دم بخود ہوگیا۔ جس قدر رنج وغم میں ڈوبے ہوئے مضامین جتنے مرثئے نوحے قطعات تاریخ المختصر جس قدر بلند پایہ ماتمی لٹریچر مصور غم کے انتقال پر شائع ہوگیا وہ اتنا زبردست ہے کہ بقول اڈیٹر ملت "کسی ادیب یا رہنما کی وفات پر اس وقت تک شائع نہ ہوسکا" آسمان کتنی ہی کروٹیں بدلے، زمین کتنے ہی چکر کاٹے، ہندوستان بدلے ہندوستان والے بدلیں، معاشرت بدلے ادب بدلے لیکن مصور غم حضرت علامہ راشد الخیریؒ کو ہمیشہ عزت ومحبت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ اور ان کا نام آنے والی نسلیں فخر کے ساتھ لیتی رہیں گی۔ خدا کی بےشمار رحمتوں کے پھول اس مزار مبارک پر برستے رہیں جس میں وہ میٹھی نیند سو رہے ہیں، اور خدا جنت نعیم میں اس پاک روح کو ابدی سکون عطا فرمائے۔ جس کی دائمی مفارقت ہیں آٹھ آٹھ آنسو رلا رہی ہے۔

رازق الخیری

۲۲ جولائی ۳۶ء

فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار

جوہر نسواں دہلی

زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ ۱۹۳۴ء سے جاری ہے

دفتر عصمت دہلی کے اس ماہوار رسالہ میں کشیدہ۔ کروشیا۔ جالی، تارکشی، کارچوب، کینوس، کراس اسٹیچ، سلمہ ستارہ، ربن پٹی، کٹاؤ، اور کپڑوں کی سلائی، کٹائی وغیرہ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کے عمدہ عمدہ نمونے اور مفصل ترکیبیں اور کارآمد ہدایتیں شائع ہوتی ہیں جوہر نسواں کے مضامین پھوہڑ لڑکیوں کو بھی سگھڑ اور ہنرمند بنا دیتے ہیں۔ جوہر نسواں کی قلمی معاونین ہندوستان کی مشہور دستکار خواتین ہیں اور مقبول و مشہور کتابوں کی مؤلفات۔

سال میں دو خاص نمبر شائع ہوتے ہیں۔ جو کسی موضوع پر بہترین مستقل کتابیں ہوتی ہیں۔

ٹائیٹل نہایت خوبصورت کاغذ چکنا دبیز، لکھائی، چھپائی، مصوری اعلیٰ درجہ کی۔

سالانہ چندہ مع محصول دو روپے آٹھ آنے۔ فی پرچہ ۴/

دفتر عصمت کی کچھ اور کتابیں

سوئی کا کام	عہ/	نغمات موت	۶/	آئینہ موثر	عہ/
موتیوں کا کام	عالمہ	خانہ داری کے تجربات	۱۲/	سنگھار خانہ	عالمہ
سلمہ ستارے کا کام	عالمہ	گلدستہ تارکشی	عہ/	تندرستی ہزار نعمت	۵/
اونی کام سلائیوں سے	عہ/	مفید نسواں	۸/	زنانہ لبستہ	عہ
خواتین کی دستکاریاں	۸/	جاں باز	۱۲/	شمع خاموش	۶/
کراس اسٹیچ ورک	عہ/	دامن باغباں	عہ	پردہ و تعلیم	۱۲/
جاپانی کہانیاں	عہ	روحانی شادی	۶/	صنعت و حرفت	عالمہ
مزیدار کہانیاں	۵/	آئینۂ جمال	۱۲/	زچہ خانہ	سیہ/
شہید وفا	۵/	افسانۂ حرم	۸/	دودھ کی قیمت	سہ/
ادب لذیذ	۸/	فیروزہ	۸/	تارکشی کا کام	عہ/

مطبوعہ محبوب المطابع دہلی

Printed at Mahbubul Mataba Delhi